تذکرہ
بزرگانِ علوی سوہدرہ
www.KitaboSunnat.com
مرتبہ
عبدالرشید عراقی
تزئین و ترتیب
قمر الحمید فیصل
مسلم
پبلیکیشنز
MUSLIM PUBLICATIONS

اپنی آبائی مسجد جس میں حافظ عبدالوحید حفظہ اللہ
نے جامعہ اصحاب صفہ کا اجرا فرمایا۔

جامع مسجد اہل حدیث غربی سوہدرہ، یعنی سوہدرہ کی وہ تاریخی مسجد جہاں
ایک صدی سے زائد عرصہ سے علم وعرفان کی ضیاء باریاں ہو رہی ہیں۔

بزرگان علوی سوہدرہ کی آبائی مسجد جسے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ نے
از سر نو تعمیر فرمایا اور اس میں آپ کی اولاد واحفاد نے توسیع وتزئین کا کام کیا۔

تذکرہ

بزرگانِ علوی سوہدرہ

مرتبہ

عبدالرشید عراقی

تزئین و ترتیب

قمر الحمید فیصل

مسلم پبلیکیشنز

ناشر : مسلم پبلیکیشنز مدیر : حکیم محمد ادریس فاروقی

ڈسٹری بیوٹر

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض ○ جدہ ○ شارجہ ○ لاہور
لندن ○ ہیوسٹن ○ نیویارک

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب فون : 4043432 - 4033962 (00966 1)
فیکس :4021659 ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون وفیکس:4614483
جدہ فون: 6712299 فیکس: 6173448 02 الخبر فون: 8948106 03
شارجہ فون : 5511293 فیکس : 5511294 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@mail.com
② رحمان مارکیٹ ' غزنی سٹریٹ ' اردو بازار ' لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) ای میل darsalam@dar-us-salam.com.
نیویارک فون: 7255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

ایڈیشن : (1) طبع : (2002) تعداد : (1600)

مطبع : احمد پرنٹنگ پریس 50 لوئر مال۔ لاہور فون 7240024

تذکرہ

بزرگانِ علوی سوہدرہ

مرتبہ

عبدالرشید عراقی

تزئین وترتیب

قمر الحمید فیصل

مسلم پبلیکیشنز

ناشر : مسلم پبلیکیشنز   مدیر : حکیم محمد ادریس فاروقی

ڈسٹری بیوٹر

دار السلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض ○ جدہ ○ شارجہ ○ لاہور
لندن ○ ہیوسٹن ○ نیو یارک

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس:22743 الریاض:11416 سعودی عرب فون : 4043432 - 4033962 (00966 1)
فیکس:4021659 ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون و فیکس:4614483
جدہ فون :6712299 فیکس :02 6173448 الخبر فون:03 8948108
شارجہ فون : 5511293 فیکس : 5511294 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون:7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس:7354072 ای میل:darussalampk@mail.com
② رحمان مارکیٹ' غزنی سٹریٹ' اردو بازار' لاہور فون:7120054 فیکس:7320703

لندن فون :5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون :7220419 فیکس :7220431 (001 713) ای میل .darsalam@dar-us-salam.com
نیو یارک فون : 7255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

ایڈیشن : (1)   طبع : (2002)   تعداد : (1600)

مطبع : احمد پرنٹنگ پریس 50 لوئر مال، لاہور فون 7240024

انتساب

خلوص ومحبت کے پیکر مخدوم ومحترم

جناب حکیم علامہ عنایت اللہ نسیم مرحوم

کے نام

فہرست مضامین

○ حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ

○ حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

○ حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

○ حضرت مولانا حافظ محمد یوسف سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

○ حافظ عبدالوحید صاحب سوہدروی حفظہ اللہ

○ حبیب الرحمٰن صاحب سوہدروی حفظہ اللہ

○ مولانا محمد ادریس فاروقی سوہدروی حفظہ اللہ

عرض ناشر

''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' سے مراد سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ کے علوی خاندان کا بیان ہے۔ موضوع کے اعتبار سے اس کتاب کا تعلق سیرت وسوانح سے ہے۔ یہ موضوع پسند کیا جاتا ہے کیونکہ یہ دلچسپ بھی ہے اور مفید بھی۔ اس سے حالات زندگی محفوظ ہو جاتے ہیں جس سے نئی نسل کو رہنمائی ملتی ہے اور اپنی پہچان کا مناسب ومعقول طریقہ ہاتھ آتا ہے۔ قرآن کریم نے بھی انبیائے کرام علیھم السلام اور بہت سے لوگوں اور قوموں کے جو قصے اور حالات بیان کیے ہیں ان میں بھی یہی راز ہے۔

ایک آدمی جب اپنی لائن سے ہٹ جاتا ہے تو عموماً اسے آباؤ اجداد کا حوالہ دیا جاتا ہے کہ دیکھو تمہارے بڑے کیا تھے اور تم کیا ہو۔ اس طرح اس کا ضمیر جاگتا ہے اور اندر کا انسان بیدار ہوتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ ایسی کتب سے غرض قوم کو جھنجھوڑنا اور بیدار کرنا ہوتا ہے' تاکہ اخلاف اپنے اسلاف کو دیکھ کر اپنے احوال درست اور اپنی سمت صحیح کریں۔

''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' کے مصنف ومرتب جناب ملک عبدالرشید عراقی صاحب ہیں جو کہنہ مشق سوانح نگار ہیں۔ موصوف ہمارے ادارے ہی کی طرف سے نہیں پوری قوم کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں کہ جنھوں نے اکابرین کے سیر وسوانح کو منضبط ومحفوظ کر دیا ہے فَجَزَاهُ اللّٰه عَنَّا وَ عَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

امید ہے کتاب ''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' افراد قوم کے لیے بیش از بیش سودمند ثابت ہوگی۔ مشاہیر اور اصحاب فضل وکمال کوئی بھی ہوں کہیں بھی ہوں پوری قوم کے مشترک بزرگ ہوتے ہیں۔ اس بنا پر ایسی کتب کو علاقائی کتب کہنا درست نہیں۔ بلکہ ایسی کتب قومی اور آفاقی ہوتی ہیں۔ جن سے پوری قوم کو مستفید ومتمتع ہونے اور اپنے افکار و

خیالات کو صحیح نہج پر ڈالنے کا موقع ملتا ہے۔

ہمارے ادارے نے کتاب ہٰذا کو بڑی سعی اور اہتمام سے شائع کیا ہے۔ اور اس کی پرنٹنگ، بائنڈنگ وغیرہ سب مراحل میں معیار کو ملحوظ رکھا ہے۔

اللہ کرے یہ کتاب قارئین کی نگاہ کے لیے ٹھنڈک اور سکون کا باعث بنے۔

والسلام

حافظ محمد نعمان فاروقی سوہدرہ

ضلع گوجرانوالہ

مینجر مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ/ لاہور

ابتدائے سخن

سوہدرہ کا شمار پنجاب کے ان قصبات میں ہوتا ہے جو اپنی علم دوستی اور دینی و دنیاوی خدمات کے لحاظ سے پاک و ہند میں غیر معمولی شہرت و اہمیت کے مالک ہیں۔ اس قصبہ نے شعر و ادب سے لے کر صحافت تک اور علم و فن سے لے کر مذہب تک بہت سے ایسے ارباب فکر کو جنم دیا ہے جن کا مسلمان ہند کی تقدیر بنانے میں بڑا حصہ ہے۔ ان کی خدمات و اثرات کا دائرہ صرف سوہدرہ کے گرد و نواح تک محدود نہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر برصغیر کے ہر گوشے اور طبقہ خیال کو کسی نہ کسی نہج پر متاثر کیا ہے۔

''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ علوی خاندان کے حالات و خدمات پر مشتمل ہے۔ اس خاندان کے بزرگوں اور تعلق رکھنے والوں نے اس مردم خیز قصبہ میں جس طرح مسلک توحید کی سربلندی و سرفرازی کے لئے کام کیا اس سے اس قصبہ کا کوئی باسی نا آشنا نہیں۔ اور اپنے ہوں یا بیگانے شاید ہی کوئی ہوگا جس کا سر فرط جذبات و عقیدت سے ان کے حضور جھک نہ جاتا ہو۔ ان بزرگان گرامی کا فیض تھا کہ یہاں شرک و بدعت کے سوتے ختم ہوتے گئے اور بالآخر سلفی نظریات چھا گئے۔

قدرت نے اس خانوادے کو جن اوصاف و محامد سے نوازا قوموں کی تاریخ میں کم خاندانوں کو ایسی جامعیت عطا ہوئی ہے۔ اس خاندان کے افراد نہ صرف علوم دینیہ سے بہرہ ور ہیں بلکہ زندگی کے عملی میدان میں اسلامی اقدار و شعائر کے محافظ و ترجمان اور دعوت توحید کے علمبردار ہیں۔ اسی بصیرت سے علوی خاندان نے نہ صرف اہل سوہدرہ کی راہنمائی کی بلکہ ارد گرد و نواح کے لوگ بھی ان سے متاثر ہوئے۔ ان کی زندگیاں ایک سعی مسلسل سے عبارت ہیں۔ اور اس ساری تگ و دو میں انہوں نے مسلک توحید کی سرفرازی کے

تشخص کو ابھارا۔ اس عظیم المرتبت خانوادہ کا یہی تابناک کردار ہے جو مسلمانان برصغیر کے لئے بالعموم اور مسلمانان سوہدرہ کے لئے بالخصوص سامنے رہنا چاہئے۔ زیر نظر کتاب ''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' اسی احساس کا نتیجہ ہے۔

ان بزرگوں نے دوسرے لوگوں کی طرح صرف بڑے بڑے تعلقے اور جائیدادیں ہی اپنی یاد تازہ رکھنے کے لئے نہیں چھوڑیں بلکہ نیک عمل' خدا ترسی اور خدمت ملک و دین کے لازوال نمونے بھی منتشر اوراق کی شکل میں چھوڑے ہیں۔ وہی دنیا ہے اور وہی دنیا کے بسنے والے ہیں' مگر وہ لوگ کہاں؟ دل ان مرحومین کی پاک روحوں پر خون کے آنسو گراتا اور سیر نہیں ہوتا۔ آنکھیں ان کی مقدس صورتیں چاروں طرف ڈھونڈتی ہیں اور نہیں پاتیں۔ زمانہ ان منور و دلکش صورتوں کو پردہ کتم میں لے جا چکا ہے مگر مرحوم ہونے والے اپنے کارناموں کی ایسی یادیں چھوڑ گئے کہ مجھ ایسے لوگ مدت العمر سرگرداں رہیں گے اور ان کی نظیر نہ پائیں گے۔ آج بھی سوہدرہ کے باشندوں کا طرز معاشرت اس کی گذشتہ عظمت کی یاد دلاتا ہے۔ مگر نگاہ عبرت کا ہونا شرط ہے۔ علم و ادب کی بساط لٹ چکی ہے۔ صدیوں کی تہذیبی اور تمدنی شائستگی مسخ ہو چکی ہے۔ آہ! یہ وہی مردم خیز قصبہ ہے۔ جو علم و ادب اور عرفان و معرفت کی قندیلیں روشن کرنے والی متعدد ہستیوں کا مولد و مسکن رہ چکا ہے۔ اب پکار پکار کر کہہ رہا ہے ؎

ہم سے عبرت کا سبق لو' منزل عبرت ہیں ہم

میرا ایمان ہے کہ ماضی کے بغیر مستقبل تعمیر نہیں کیا جا سکتا ہے اچھے ماضی کے بطن ہی سے اچھا مستقبل جنم لیتا ہے۔ ماضی سے کٹ جانے والے حال اور مستقبل تاریخ کے خلاء میں معلق رہ جاتے ہیں۔ تاریخ کا خلاء انسانی قدروں سے مسخر ہوتا ہے اور یہ قدریں روایات اور تہذیب کے شائستہ شعور سے غذا حاصل کرتی ہیں۔ اسلاف سے رشتہ کٹتے ہی اقدار کی جڑیں اکھڑ کر باہر آ جاتی ہیں اور مسموم فضا میں جل کر راکھ ہو جاتی ہیں۔ یہ تذکرہ اسی نقطۂ نظر کے تحت سوہدرہ کے نوجوانوں کو ماضی سے رشتہ جوڑنے کی ترغیب ہے۔ اگرچہ اس

کوشش سے بظاہر کوئی وقتی اثر مرتب نظر نہیں آتا۔ اور نئی نسل اس سے استفادہ کرنے کے موڈ میں نہیں۔ لیکن بعض دفعہ نقش قدم ہی راہبری کا کام کر جاتے ہیں۔ اور کیا تعجب' بزرگان گرامی کا یہ تذکرہ مستقبل کے نوجوانوں کے لئے مشعل راہ کا کام کر جائے۔ اور علم وادب کے گزرے ہوئے کارواں کی یاد تازہ ہوتی رہے۔ اور ان کو یہ معلوم ہو کہ اس قصبہ کی تاریخ کیسے کیسے درخشاں اور بصیرت افروز علمی و دینی شخصیات سے معمور رہی ہے۔ اور یہ خطہ صدیوں کس طرح علم وفضل کا گہوارہ رہا ہے۔

سینچا ہے کچھ اس طرح چمن اپنے لہو سے
ہر دور میں تاریخ کا عنوان رہیں گے

نسل نو کے دلوں میں پرانی چیزوں کی قدر اور اگلوں کے لئے جذبہ احترام کا فقدان ہے۔ جس جانب دیکھیں افلاس ہی افلاس' دین و دنیا' علم وادب سب کا افلاس۔ احباب ناپید' عصر ساز ہستیاں عنقا۔ نہ کوئی غلام نبی الربانی' عبدالحمید' نہ عبدالمجید خادم' نہ کوئی امام خان نوشہروی کا نام لیوا' نہ ہدایت اللہ ملک اور نہ حافظ محمد یوسف سوہدروی کا ثانی۔ رحمھم اللہ' ان کے تذکرے کرنے والے آئندہ ہوں گے یا نہیں؟ اللہ ہی جانتا ہے۔

مٹا داغ دل آرزو رہ گئی
چمن اڑ گیا اور بو رہ گئی

محفلیں برخاست ہو جائیں تو چراغ صبح تک جلتے ہی رہتے ہیں۔ یہ تذکرہ بھی بس ایک ایسے ہی چراغ سحری کا ہے۔

ادارہ مطبوعات سوہدرہ اور اس کے بعد ادارہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ نے اس کتاب کو منصۂ شہود پر لا کر دراصل ایک فرض کی ادائیگی کی ہے۔ اس ضمن میں ہم جناب عبدالرشید عراقی کے ممنون ہیں کہ ان کی بدولت یہ سعادت ہمارے حصہ میں آئی ہے۔ ہمارے لیے محترم مولانا محمد ادریس فاروقی سوہدروی حفظہ اللہ کا شکریہ ادا کرنا بھی از حد ضروری ہے کہ انہوں نے کتاب ہذا میں مزید کافی معلومات فراہم فرمائی ہیں۔ اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ

کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے تکمیل بردوش ہے۔ ہم مزید شکر گزار ہیں کہ موصوف نے کتاب ہذا کو اسی طرح طبع کروایا کہ جس کی یہ کتاب مستحق تھی۔

اس کتاب کے مطالعہ سے اگر کسی ایک نوجوان میں بھی مسلک توحید کی سر بلندی و سلفی نظریات کی نشاۃ ثانیہ کے لئے وہی ولولہ، حمیت دینی اور سرگرمی پیدا ہو جائے جو اس خانوادہ کے لوگوں کا طرۂ امتیاز ہے تو ہم سمجھیں گے کہ ہماری محنت رائیگاں نہیں گئی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے بزرگان و علمائے کرام کو بھی ان کا سا اخلاص اور جذبۂ صادق عطا فرمائے۔ مجلس ثقافت جناب امتیاز احمد و جناب عبدالعزیز فاروق کی بھی ممنون احسان ہے کہ جن کے تعاون عملی سے اس کتاب کی اشاعت ممکن ہوئی۔

حکیم راحت نسیم سوہدروی

۱۵/ جون ۲۰۰۲ء

سوہدرہ

ملک عبدالرشید عراقی صاحب

(محمد ادریس فاروقی)

مصنف کتاب ہذا ملک عبدالرشید عراقی صاحب حفظہ اللہ مسلکی حلقہ میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ کا دلچسپ موضوع سیر وسوانح ہے۔ اس موضوع پر آپ کا قلم ہر وقت متحرک رہتا ہے۔ آپ ہزاروں صفحات سپرد قلم کر چکے ہیں۔ آپ کی متعدد کتابیں چھپ کر مارکیٹ میں آ چکی ہیں۔ جو قبول کی نگاہ سے دیکھی گئی ہیں۔ آپ کی کتب کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔ کتاب کے ساتھ پبلشر ادارے کا نام بھی دیا ہے:

(۱) تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ — مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ/ لاہور

(۲) تذکرہ ابوالوفا — ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ
(یعنی شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری کا تذکرہ)

(۳) برصغیر (پاک وہند) میں علمائے اہلحدیث کی تفسیری خدمات
جامعہ ابراھیمیہ سیالکوٹ

(۴) برصغیر (پاک وہند) میں علمائے اہلحدیث کی خدمات
جامعہ ابراھیمیہ سیالکوٹ

(۵) سیرت ائمہ اربعہ — جامعہ ابراھیمیہ سیالکوٹ

(۶) مؤلفین صحاح ستہ اوران کے علمی کارنامے — جامعہ ابراھیمیہ سیالکوٹ

(۷) ادیان باطلہ کی تردید میں علمائے اہلحدیث کی تحریری خدمات
مکتبہ ثنائیہ سرگودھا

(۸) مولانا ثناءاللہ امرتسری کی تصنیفی خدمات — طارق اکیڈمی فیصل آباد

(۹) شاہ ولی اللہ دہلوی — نورالاسلام اکیڈمی لاہور

(۱۰) دو روشن ستارے	نور الاسلام اکیڈمی لاہور
(۱۱) کاروانِ حدیث	نور الاسلام اکیڈمی لاہور
(۱۲) حیات نذیر	نور الاسلام اکیڈمی لاہور
(۱۳) سیرت امام بخاری	نور الاسلام اکیڈمی لاہور
(۱۴) غزنوی خاندان	شمس الحق ڈیانوی پبلشرز کراچی
(۱۵) اہلحدیث کے چار مراکز	ادارہ احیاء السنہ سولجر بازار کراچی
(۱۶) برصغیر میں علم حدیث	محدث اکیڈمی لاہور
(۱۷) سید سلیمان ندوی	محدث اکیڈمی لاہور
(۱۸) مولانا ابوالکلام آزاد	جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن
(۱۹) برصغیر میں علمائے اہلحدیث کے علمی کارنامے	علم وعرفان پبلشرز اردو بازار لاہور
(۲۰) خاندان ولی اللہی دہلوی کی تصنیفی خدمات	علم وعرفان پبلشرز اردو بازار لاہور
(۲۱) عظمت ورفعت کے مینار	نعمانی کتب خانہ لاہور
(۲۲) امام ابن تیمیہ اور اُن کے تلامذہ	نعمانی کتب خانہ لاہور
(۲۳) خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم	نعمانی کتب خانہ لاہور
(۲۴) اعلام الحدیث	نعمانی کتب خانہ لاہور
(۲۵) تذکرۃ النبلاء فی تراجم العلماء	مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ / لاہور
(۲۶) تذکرۃ الکرام فی ذکر علمائے اسلام	مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
(۲۷) سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ	فاران اکیڈمی۔ لاہور
(۲۸) مردم دیدہ	نور الاسلام اکیڈمی لاہور
(۲۹) مقام رسول صلی اللہ علیہ وسلم	

آپ کی زندگی تقریباً بنک کی ملازمت میں گزری۔ حیرت ہے اس ملازمت میں اور اس مصروفیت میں آپ کو یہ ذوق کہاں سے ملا؟ اور اتنی فرصت کیسے ملی؟...... مگر جب کسی

کام کا جنون عشق ہو تو کوئی مشکل نہیں رہتی۔ جنون عشق کی بدولت ہر گھاٹی آسان اور ہر چوٹی سر ہو جاتی ہے۔

عراقی صاحب ذہین و فطین اور باذوق آدمی ہیں۔ ذہن رسا اور طبیعت میں بالیدگی ہے۔ آپ زمانہ بچپن میں جد محترم حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی اور والد محترم حضرت مولانا حافظ محمد یوسف سوہدروی رحمہما اللہ کی مجالس اختیار کرتے رہے۔ ان کے مواعظ سنتے رہے۔ ان سے خوشہ چینی کرتے رہے۔ آپ کو ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کا بھی موقع ملا۔ ادب اور طلب ہو تو آدمی کو بہت کچھ مل جاتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات وہ کچھ مل جاتا ہے جو اس کے سان گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ عراقی صاحب کو طلب' تڑپ اور جذبہ صادق بچپن ہی سے مل گیا۔ اسی کو جنون عشق کہتے ہیں۔ بندہ کے خیال میں اگر آپ بنک کی زندگی کی بجائے صحافتی یا علمی و ادبی زندگی گزارتے تو چار ہاتھ اور آگے ہوتے۔

ملک عراقی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کو علوی خاندان سے بڑی محبت اور دلی وابستگی تھی' اس محبت اور وابستگی کا مظاہرہ "تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ" سے ظاہر ہو رہا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہہ لیجئے کہ عراقی صاحب نے اس خاندان سے استفاضہ اور استفادہ کا بدلہ کتاب ہٰذا لکھ کر بڑی حد تک چکا دیا ہے تو غالباً ناموزوں نہ ہوگا۔

عراقی صاحب راسخ العقیدہ' حامل توحید و سنت اور علم و آگہی کے قدر دان ہیں۔ آپ بے پناہ مسلکی جذبہ رکھتے ہیں۔ آپ کے یہ اوصاف آپ کی تحریر سے نمایاں نظر آتے ہیں۔ آپ اس وقت کوئی پینسٹھ کے پیٹے میں ہیں مگر پہلے ہی کی طرح فعال اور متحرک نظر آتے ہیں۔

آپ کے خاندان کا شمار ککے زئی برادری کے قابل ذکر اور نجیب و شریف خاندانوں میں ہوتا ہے۔ آپ کے آباء اہل علم کے بہت قدر دان تھے۔ انہیں خاندان علوی سوہدرہ سے بے حد محبت تھی۔ مجھے اس قوم کے اکثر بزرگ یاد ہیں' جب بندہ زمانہ طالب علمی میں گھر آتا اور انہیں ملتا تو بہت خوش ہوتے تھے۔ بندہ جب ان کے شوق کے پیش نظر کبھی خطبہ

جمعہ یا درس قرآن دیتا تو بہت اشتیاق اور محبت سے سنتے تھے۔ دعا ہے اللہ سب مرحومین کی مغفرت فرمائے اور انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین۔

ککے زئی قوم میں کچھ اور بھی اصحاب علم اور اہل قلم رہے ہیں مثلاً ملک ابو یحییٰ عبدالغنی امام خاں نوشہروی' پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم' ابوالمحمود ملک ہدایت اللہ' ملک مراد علی کٹھوروی' حکیم عبداللہ خاں نصر رحمھم اللہ' دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے جانشین پیدا فرمائے۔ ایسے جانشین جو قوم کی عزت وعظمت کا باعث بنیں۔ آمین ثم آمین۔

اس وقت شدید ضرورت ہے کہ اس قوم کے اندر حصول علم وادب کی تحریک چلائی جائے تا کہ نوجوان نسل کو اپنی پہچان ہو کہ ہمارے آباء کیا تھے اور ہم کدھر جارہے ہیں؟ مٹی زرخیز ہے صرف اسے نم دینے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆☆☆
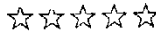
دریچۂ سخن

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں تبلیغ اسلام کے لئے ہمسایہ ممالک کے پاس سفارتیں بھیجی گئیں۔ ان میں ہرقل روم، کسریٰ ایران اور شاہ حبشہ کو باقاعدہ دعوت نامے بھجوائے گئے جس پر مہر ختم نبوت ثبت تھی۔ جس سے تبلیغ کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اہل عرب کو مذہب اسلام کی حقانیت سے روشناس کرانے کے لئے کئی ایک جماعتیں مختلف علاقوں میں اشاعت دین کا فریضہ سرانجام دینے گئیں۔ پھر چند اندوہناک سانحے بھی پیش آئے۔ جس سے بے خبری میں یہ معلمین دین نہایت بے دردی سے شہید کر دیئے گئے۔ عہد صدیقی میں فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا اور اس اندرونی شورش کو دبانے میں تمام قوتوں کو یکجا کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ جنگ احیاء دین تھی اور تبلیغ اسلام کا جو سلسلہ عہد رسالت میں شروع ہوا تھا جاری تو رہا مگر اس میں مزید توسیع نہ ہو سکی۔ پھر عہد فاروقی میں جنگ قادسیہ کے بعد مفتوحہ علاقوں کے عوام عساکر اسلام کی شرافت، دین سے رغبت اور ایفائے عہد سے متاثر جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تبلیغ حق کا فریضہ سنبھالا۔ یہ دین کے متوالے ممالک محروسہ کے دور دراز علاقوں میں پھیل گئے۔ جن سے آتش کدہ ایران کے پیروکاروں کی تعداد بتدریج کم ہونے لگی۔ اور اللہ کی وحدانیت کے ماننے والوں نے اس زرتشت کدہ میں نعرۂ توحید بلند کیا۔ اس کے ساتھ ہی فقہی مسائل نے جنم لیا۔ اور دین اسلام کی نئے خطوط پر ترقی و ترویج ہونے لگی اور خانوادۂ ہاشمی کے افراد نے درس تدریس کے سلسلہ کو باقاعدہ ایک فن کی حیثیت سے روشناس کرایا۔

مسلمان ایران کے ملحقہ علاقے بلوچستان میں وارد ہوئے۔ وہ ایران سیستان سے

نکل کر کنیان تک پھیل گے۔ جہاد بالسیف اور جہاد بالقلم کا فریضہ سنبھال لیا۔ یہاں بھی زرتشتی ثقافت کی گہری چھاپ تھی۔ جس سے یہاں بھی بہت سے آتش کدے تھے۔ جب اللہ کی وحدانیت کا پرچار ہونے لگا تو بلوچستان ''باب اسلام'' کے نام سے بہرہ ور ہوا۔ چونکہ غازیان اسلام کی پیش قدمی خطہ بلوچستان تک ہی محدود رہی اس لئے برصغیر کے باقی ماندے علاقے کفر وظلمت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں غرقاب رہے اور مختلف دیوی دیوتاؤں کے پجاری برہمنوں کی چیرہ دستیوں کو بھی برداشت کرتے رہے۔ اپنے ہی چڑھاوے اور دوسری رسومات پر بے دریغ زر کثیر صرف کرتے اور بے بہرہ انسان ان نام نہاد دیو مالائی خداؤں کے آگے بالکل بے بس تھا۔ اسے کسی راہرو کی تلاش تھی مگر وہ ان گورکھ دھندوں میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔

آخر آٹھویں صدی عیسوی کے آغاز میں اموی خاندان کے دور اقتدار میں مسلمانوں نے دیبل کے شومندر کر گرا کر اس پر سبز ہلالی پرچم لہرا دیا۔ جس سے دین اسلام بڑی سرعت سے پھیلا۔ اس لئے کہ اچھوت اور ذات پات کے سخت نظام نے ان کی زندگیاں اجیرن کر دی تھیں۔ وہ ایک ایسے دین حقہ کی تلاش میں تھے جہاں سب برابر ہوں۔ اسلام کی صورت میں ان کو منزل مراد مل گئی۔ ان نومسلموں کو اسلام کے اصول و مبادیات سکھانے کے لئے درسگاہیں قائم ہوئیں۔ اور تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا۔ جہاں مسلمان معلمین کی جماعتوں نے اسلام کے سادہ اور دلکش اصولوں کا پرچار کیا۔ ہندی مسلمان ان کو نہایت عزت واحترام سے ملتے۔ اس لئے کہ امامت اور دوسرے اسلامی امور بجالانے میں اہل عرب ہی ان کی راہنمائی کرتے۔ پھر جب ان مجاہدین نے مقامی طور پر شادیاں کیں تو ایک ایسی ثقافت نے جنم لیا جس کی بنیاد اسلام کے سنہری اصولوں پر رکھی گئی تھی۔

تبلیغ کے سبب ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ جس سے نومسلموں کی تربیت کے لئے جامع پروگرام وضع کئے گئے تا کہ وہ اسلاف کے دیو مالائی قصوں کو فراموش کر دیں۔ ان

مجاہدین نے جو مشنری جذبے سے سرشار تھے عوام الناس کی تربیت ایسے ناصحانہ انداز میں سرانجام دی جس سے ایک ایسے مسلم معاشرہ کی تشکیل ہوئی جس نے برصغیر کی تاریخ پر دور رس اثرات مرتب کیے۔

رشد و ہدایت کے سلسلے جاری رہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے سیاسی تبدیلیوں کو چنداں قبول نہ کیا۔ پھر نویں اور دسویں صدی عیسوی میں سلاطین غوری اور غزنوی نے جب برصغیر پر تابڑ توڑ حملے کیے تو غازیان اسلام کی ایک کثیر تعداد یہاں رہ گئی اور تبلیغ کا فریضہ سنبھال لیا۔ یہ بزرگان دین خانقاہی تعلیم کے برعکس لوگوں کو اسلام کے برگزیدہ اصولوں سے روشناس کراتے تاکہ وہ گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل آئیں۔ ان کی کاوشیں رنگ لائیں اور برصغیر اسلام کی بوقلمونیوں سے بہرہ ور ہوا۔

تبلیغی جماعتوں کا جو سلسلہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد زریں میں شروع ہوا وہ صدیوں کا راستہ طے کرتے ہوئے اب اس مقام پر آ گیا۔ جب اسلامی تڑپ رکھنے والے گروہ دین پر ہر چیز قربان کر کے ان خار مغیلاں سے پُر راستوں پر نکل کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کی سعی جمیلہ کرنے لگے یہ عزم و ہمت کے متوالے راست بازی اور نیکی کا سنگ میل ثابت ہوئے۔ یوں تو برصغیر میں تبلیغ کے کئی مراکز قائم ہوئے۔ مگر پنجاب چونکہ ایک ایسے راستے پر واقع ہے جو خیبر سے آنے والوں کا استقبال کرتا ہے۔ اسی لئے اس خطے پر ان مبلغین اسلام کے گہرے نقوش ثبت ہیں۔ پھر پنجاب کے وہ علاقے جو حربی نقطہ نگاہ کے پیش نظر زیادہ اہمیت کے حامل تھے وہاں پر تبلیغ کا زیادہ جوش وخروش دیکھنے میں آیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فوجیوں کی نقل وحمل کے باعث ہر وقت ان کو جذبہ جہاد سے سرشار ہونے کی ضرورت تھی۔ مگر ان ہی علاقوں میں عوام ان سے بہرہ مند نہ ہو سکے۔ وہ بدستور نام نہاد پیروں کے دام فریب میں اسیر رہے۔ ایسی ہی مثال سوہدرہ کی مشہور بستی ہے جو دریائے چناب کے کنارے پر کشمیر جانے کے لئے ایک اہم ترین چھاؤنی تھی۔ مغلوں کے دور تک اس کی اہمیت برقرار رہی۔ جب جہانگیر کے بیٹے خسرو کو یہاں ہی

سر راہ دریا عبور کرتے ہوئے گرفتار کیا گیا۔ پھر سکھ گردی میں اس کے قلعے کو فتح کرتے ہوئے مہان سنگھ مارا گیا۔ اور اسی شہر میں رنجیت سنگھ کی فوری طور پر تاجپوشی کی گئی۔ اس تمام عرصے میں حربی نکتہ نگاہ سے یہ ایک اہم پڑاؤ تھا۔ جہاں کی قلعہ بندیاں اس بات کی غماز ہیں کہ یہاں فوج تیار رہتی تھی، مگر عام آدمی ان کے فیوض و برکات سے بہرہ ور نہ ہو سکا۔ جو اس وقت فوجیوں کی تربیت کا حصہ تھیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقامی آبادی جس میں سکھ، ہندو اور دوسری اقوام آباد تھیں ان کی دیکھا دیکھی بہت سے رسومات بد یہاں کے مقامی مسلمان باشندوں میں در کر آئیں۔ جس سے یہ لوگ جادۂ توحید سے ہٹ کر ان نام نہاد مذہب کے ٹھیکیداروں کے ہاتھوں میں کھیلنے لگے۔ جن کا شعار لہو ولعب تھا۔ جس سے ہندوؤں کے بھجن کے مقابلے میں قوالی کا فن متعارف ہوا۔ پرشاد کے ہوتے ہوتے غیر اللہ کی نیاز بٹنے لگی۔ استھانوں میں رکھے دیوی دیوتاؤں کے مقابلے میں قبر پرستی کا رجحان زور پکڑتا گیا۔ اور بقول مولوی مراد علی مرحوم کہ ''وہابی تحریک سے قبل سوہدرہ کی آبادی صراط مستقیم سے یکسر ہٹ چکی تھی''۔ پھر میلے ٹھیلے اور عرس بڑے اہتمام سے منائے جاتے۔ دارہ ککے زئیاں میں ''پیر بھولے شاہ'' کا آستانہ تھا جہاں ہر سال میلہ لگتا۔ ڈالیاں آتیں۔ بھنڈارہ بٹتا۔ قوال راگنیاں گاتے۔ اور یوں غیر اسلامی رسومات پر زر کثیر صرف ہوتا۔ مسجد آرائیاں کے صدر دروازہ کے باہر میلہ لگتا۔ ہندوؤں کی ''چڑک پوجا'' کے مقابلے مسلمان ''حال'' کھلاتے۔ اپنے آپ کورسے کی مدد سے درخت سے الٹا لٹکاتے۔ ڈھول بجتے اور یہ کھیل جاری رہتا۔ رام لیلہ کے جلوس کے مقابلے میں کسی پیر کے علم اور جھنڈے لے کر نکلتے۔ جگہ جگہ پکی قبریں بنتیں۔ ایک معبود کو ماننے کا دعویٰ کرنے والے ان حاجت رواؤں کے آگے اپنی جبینوں کو جھکاتے تھے۔ مسلمان ذلت و گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں گھر چکا تھا۔ اس دور میں ان زیارتوں کے کرشمے مشہور تھے۔ یہ ایسے رب تھے جن کی پوجا اسلام کے لبادے میں جاری تھی۔

اس پر آشوب زمانے میں اس خاندان اشرفیہ نے جسے ''علوی خاندان'' سے موسوم

کیا جاتا ہے ان کی مساعی جمیلہ رنگ لائیں۔ یہ خاندان جس نے کبھی بھی اپنے نام کے ساتھ ''سید'' کا اضافہ نہیں کیا بڑے احسن انداز میں تبلیغ میں مصروف ہوا۔ یہ ان کا اعجاز ہے کہ ان کی تعلیم سے متاثر نوجوانوں نے اپنے اسلاف کے خلاف بغاوت کا پھریرا لہرا دیا۔ یہاں تک کہ دین اسلام کے لئے بیٹا باپ سے سرکش ہوا۔ مولوی نظام الدین مرحوم نے اپنے والد ملک بھولے خاں سے سرکشی اختیار کی۔ مگر پھر سارا خاندان ہی نہیں بلکہ برادری کے بیشتر لوگ شرکیہ عقائد و افعال پر لات مار کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف پلٹ آئے۔

برادرم عراقی صاحب جو دینی حلقوں میں اپنا مقام رکھتے ہیں پکے موحد ہیں۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات کے سوا کسی کو حاجت روا نہیں جانتے۔ ''پیشہ ور جعلی پیروں'' کی گوشمالی کرتے رہتے ہیں۔ وہ ان ''استحصالی بزرگوں'' کی کرامات کو بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے جن کا ٹکراؤ براہ راست اسلامی تعلیمات سے ہوتا ہے۔ اسلامی توحید و اخلاص کی بنا پر ان کو علوی خاندان سے ان کی تبلیغی خدمات کے باعث ایک انس ہے۔ چنانچہ بعنایت عرق ریزی ''سوہدرہ گزٹ'' کے مختلف شماروں میں ان کے حالات زندگی کو قلمبند کیا۔ اب مجلس ثقافت نے مدثر ٹرسٹ کے چیئرمین ملک امتیاز احمد کے تعاون سے علوی خاندان کے حالات کو نئے سرے سے شائع کیا ہے۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔ کہ سال ہا سال کی لگا تار کوششوں سے وہ ان کے حالات لکھنے میں کامیاب و کامران ہوئے۔ اللہ جزائے خیر دے کارکنان مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ کو کہ انہوں نے اس وقیع اور تاریخی کتاب کو اسی شان و وقار سے شائع کیا کہ جس کی یہ مستحق ہے۔ محترم مولانا محمد ادریس فاروقی سوہدروی حفظہ اللہ کا ذوق اس کے ایک ایک صفحہ سے عیاں ہے۔ یہ کتاب پہلے ۱۹۸۷ء کو شائع ہوئی تھی۔ اب ۲۰۰۱ء میں شائع ہوئی ہے۔ اور کتاب میں جو کمی تھی مولانا موصوف نے مناسب حک و اضافہ کر کے وہ پوری فرما دی ہے۔ اس پر ہم آپ کا جس قدر بھی شکریہ ادا کریں کم ہے۔

جَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا وَ عَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

سوہدرہ یکم جولائی ۱۹۸۷ء عبدالعزیز فاروق

پیش گفتار

۱۹۸۶ء میں بندہ کوئٹہ ہی تھا کہ ''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' موصول ہوئی۔ یہ اس وقت ذہن میں نہیں ہے کہ کس دوست نے یہ گراں قدر کتاب بھیجی تھی۔ بہر حال کتاب بھیجنے والے کا بھی شکریہ اور کتاب مرتب کرنے والے اور اس کے معاونین کا بھی شکریہ۔ جی بہت خوش ہوا کہ اہلحدیثوں میں ابھی ایسے لوگ ہیں جو بڑوں کے سچے عقیدت منداور وفا کیش ہیں۔ اور یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ انہوں نے یہ معلومات کہاں سے اور کیسے حاصل کر لئے ہیں۔

ملک عبدالرشید صاحب عراقی نے بندہ کے والد اور دادا مرحوم سے کچھ نہ کچھ استفادہ کیا ہے' بہر حال جتنا استفادہ کیا ہے اس سے یہ ضرور پتہ چلتا ہے کہ اپنے گرامی قدر اساتذہ نے نہ صرف ان کا ذہن دینی بنا دیا بلکہ ان کے دل میں گھر کر لیا۔ صحیح استاد یا مربی کی اصلی تعریف بھی یہی ہے کہ وہ اپنے تلمیذ کے دل میں گھر کر جائے اور اس کے دماغ پر چھا جائے۔ ''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' پڑھ کر تقریباً یہی تاثر ملتا ہے۔ اور یہ تاثر عراقی صاحب کے ہر صفحہ سے عیاں ہوتا ہے۔

کتاب ہٰذا کی دوسری خوبی یہ ہے کہ باوجود بزرگان علوی سوہدرہ سے عقیدت و محبت رکھنے کے ان کے قلم نے مبالغہ آرائی سے کام لیا نہ آسمان و زمین کے قلابے ملائے۔ موصوف نے ممکنہ احتیاط سے کام لیا اور قلم کو راہ اعتدال پر ایسا رکھا کہ کہیں اسے اچٹنے یا پھسلنے نہ دیا۔

عموماً ارباب قلم کی یہ عادت رہی ہے کہ افراط عقیدت یا تفریط بغض میں ان کا راہوار قلم صحیح راہ سے ہٹ جاتا ہے' یعنی محبت میں تعریف کے پل باندھنا شروع کر دیتے

ہیں اور اسے آسمان پر چڑھا دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی ناراضگی ہوئی یا کوئی بغض بیر ہوا تو اسے آسمان سے زمین پر دے مارتے ہیں مگر عراقی صاحب اس باب میں نہایت محتاط واقع ہوئے ہیں۔

ہم نے کئی لوگوں کو دیکھا کہ اگر کسی سے خوش ہوئے تو کندھوں پر بٹھالیا اور اگر کوئی غصہ آ گیا تو اس کی ہر خوبی برائی بن گئی اور برا بھلا تک کہنے سے نہیں چوکے ..... لیکن ''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' میں ایسی زلت و بے اعتدالی کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ اور یہی وہ کمال ہے جو کسی رائٹر اور آتھر کو عزت و عظمت عطا کرتا ہے۔

عراقی صاحب کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ انہوں نے ہمارے خاندان کا شجرہ کافی محنت سے ڈھونڈ نکالا۔ ورنہ ہمارے بزرگ اپنے آپ کو کھوکھر راجپوت ہی سمجھتے رہے۔

ہم کتاب ہٰذا کے ترتیب شدہ حالات کو پڑھ کر مرتب کتاب کو آفرین دیتے ہیں کہ ایک تو انہوں نے علوی خاندان سوہدرہ کا انکشاف کیا۔ اور دوسرے' اس خاندان کے حالات کو جمع کرتے وقت اپنے ذرائع کو کمال خوبی سے بروئے کار لا کر بڑی چھان بین' کرید اور تحقیق و تفحص سے کام کیا۔ تیسرے' انہوں نے سوہدرہ کی اس تاریخی دستاویز کو مرتب کر کے تاریخ کے اوراق میں محفوظ کر دیا۔ اور یہ تینوں ایک دوسرے سے بڑھ کر مشکل کام تھے مگر...... سچ کہا کسی نے ۔

اولوالعزمان دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر چیر دیتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

ہاں' یہ ایک فطری بات ہے کہ قرآن و حدیث کے علاوہ ہر تحریر و تقریر میں کچھ نہ کچھ کمی بیشی رہ جاتی ہے۔ یہ کمی بیشی کوئی عیب شمار نہیں ہوتی۔ نیز بعد کی تحقیقات عموماً پہلی تحقیقات سے کامل اور بہتر ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ ایڈیشن ۱۴ سال کے بعد شائع ہوا ہے ظاہر ہے اتنے عرصے میں خاندان میں اضافہ ہوا اور اس کی خدمات میں بھی توسیع ہوئی۔ لہٰذا ہم نے مرتب کی اجازت سے ضروری تصحیح یا ناگزیر اضافہ کیا ہے۔ اور یہ کوشش کی ہے کہ

''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' صوری و معنوی بہر پہلو بہتر صورت میں قارئین کے سامنے آئے۔ اور جہاں تک ہو سکے کامل معلومات اور صحیح واقعات پر مبنی ہو۔

اس کتاب کو شائع کرنے کا مقصد نوجوانوں کی اصلاح کرنا ہے کہ وہ بڑوں اور عالی منزلت لوگوں کے حالات کا مطالعہ کر کے ان کی راہ پر چلنے کی کوشش کریں۔ ہو سکتا ہے بزرگوں کے حالات کے مطالعہ سے نئی نسل میں کوئی تبدیلی رونما ہو اور یہ کوئی ناممکن بھی نہیں۔ وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیز۔

''ادارہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ'' محترم ملک عبدالرشید عراقی صاحب کے علاوہ حکیم راحت نسیم صاحب، ملک عبدالعزیز فاروق صاحب، ملک امتیاز احمد صاحب اور ماسٹر محمد حسین راشد صاحب اور دیگر رفقاء کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے خوبصورت مقالات اور کلام یکجا کر کے کتاب کی حیثیت کو بڑا وقیع بنا دیا۔ (فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَآءِ)

آخر میں ادارہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ، محترم حافظ عبدالوحید صاحب حفظہ اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ جنہوں نے نظر عنایت فرمائی اور کتاب ہٰذا کی دوبارہ طباعت کی ترغیب دی۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر محترم حافظ صاحب موصوف، ادھر متوجہ نہ کرتے تو خدا خبر اس کتاب کی دوبارہ اشاعت کی باری کب آتی؟ مَتَّعَنَا اللّٰہِ بِطُولِی حَیَاتِہٖ

مخلص محمد ادریس فاروقی

اپریل ۲۰۰۱ء

پیش لفظ

اٹھارویں صدی میں جب جزیرہ نمائے عرب میں وہابیت کی اصلاحی تحریک کا آغاز ہوا، تو اس وقت عرب معاشرے میں زمانہ جہالت کی تمام رسومات قبیحہ کا دور دورہ تھا۔ بنابریں توہمات اور بدعات نے اسلام کا روشن چہرہ مسخ کر دیا تھا۔ ان حالات کی تصویر کشی کرتے ہوئے مشہور امریکی مؤرخ یوں رقم طراز ہے:

''کہ مذہب بھی دیگر امور کی طرح پستی میں تھا۔ تصوف کے طفلاء توہمات کی کثرت نے خالص اسلامی توحید کو ڈھک لیا تھا۔ مسجدیں ویران اور سنسان پڑی تھیں...... عوام فقیروں اور جاہل درویشوں سے اعتقاد رکھتے اور بزرگوں کے مزاروں پر زیارت کو جاتے۔ جن کی پرستش بارگاہ ایزدی کے شفیع اور ولی کے طور پر کی جاتی تھی۔ کیونکہ ان جاہلوں کا خیال تھا کہ اللہ کی برتری کے باعث وہ اس کی عبادت بلاواسطہ ادا نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم کی تعلیم نہ صرف پس پشت ڈال دی گئی تھی بلکہ اس کی خلاف ورزی بھی کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ مقامات مقدسہ مکہ و مدینہ بھی بداعمالیوں کا مرکز بن گئے تھے اور حج جس کو رسول اللہ نے فرائض میں داخل کیا تھا بدعات کی وجہ سے حقیر ہو گیا تھا۔ فی الجملہ اسلام کی جان نکل چکی تھی''(۱)۔

اس وقت کے اخلاقی حالات کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور ماہر سیاسیات لکھتا ہے:

''اٹھارویں (۲) صدی تک اسلامی دنیا اپنے صنف کی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ صحیح قوت کے کسی جگہ بھی آثار نہیں پائے جاتے تھے۔ ہر جگہ جمود و تنزل نمایاں۔

(۱) نیو ورلڈ آف اسلام ص ۲۵۹ (۲) نیو ورلڈ آف اسلام از ڈاکٹر لوتھر

آداب و اخلاق قابل نفرت تھے...... ذلیل ترین اعمال کھلم کھلا بے حیائی کے ساتھ کئے جاتے تھے...... اس جہالت کے زمانہ میں وسیع عربی ریگستان سے مومنین کو صراط مستقیم کی دعوت دینے والی صدا بلند ہوئی۔ اس مخلص مصلح یعنی محمد بن عبدالوہاب نے ایسا نور ہدایت روشن کیا جو اسلامی دنیا کے ہر گوشہ میں پھیل گیا۔ اور اسلام کو خواب غفلت سے بیدار کر کے قرون اولیٰ کے جوش کو تازہ کر دیا۔ اور مسلمانوں کو نئی پیدائش کا یہیں سے آغاز ہوا[1]......"

محمد بن عبدالوہاب ۱۷۰۳ء میں ایمینہ میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم بصرہ اور مدینہ میں حاصل کی[2] ازاں بعد

"معاشرہ کی اصلاح کی ابتدائی کوششوں نے اس کو مقامی حکام کی خفگی اور عداوت کا مورد بنا دیا۔ جو اس کی جلاوطنی پر منتج ہوا۔ اس نے داریہ (نجد) کے ایک ہمسایہ حکمران امیر محمد بن سعود کے دربار میں پناہ لی۔ ۱۷۱۸ء تک سعود نے نجد کا ایک بڑا حصہ فتح کر لیا تھا۔ جس کا وہ دنیاوی حاکم بن گیا۔ جب کہ محمد بن عبدالوہاب دینی پہلو کا نگران تھا۔ ان دونوں نے مل کر جو نظام حکومت قائم کیا۔ وہ قرآن وحدیث کے احکام کی سخت اطاعت پر مبنی تھا......[3]"

امیر محمد سعود نے اسی سال وفات پائی اور اس کا بیٹا عبدالعزیز اس کا جانشین بنا۔ نئے امیر نے پورے نجد کو اپنی قلمرو میں شامل کر کے اپریل ۱۸۰۳ء میں مکہ کے مقدس شہر پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور ان بلاد مقدسہ کو شرک و کفر کی آلودگیوں سے پاک کر دیا۔ اس تحریک نے عرب دنیا کی سیاسی سماجی اور دینی دنیا میں ایک تغیر برپا کر دیا۔ جس کی بازگشت برصغیر ہندو پاک میں بھی سنی گئی۔ جس کا پرچار سید احمد شہید نے کیا۔ مگر انگریزوں نے اپنے مخصوص

(۱) عربیا از جے بی قلبی صفحہ ۸

(۲) ہندوستان میں وہابی تحریک از ڈاکٹر قیام الدین احمد صفحہ ۵۴

(۳) اور انڈین مسلمز از ولیم ولسن ہنٹر صفحہ ۵۱

مفادات کے تحت اس کو مذہب کا نام دیا[1]۔ درحقیقت وہابی دوسرے مسلمانوں سے مختلف نہیں ہیں۔

ہنٹر کے مطابق'

''وہابی اہل سنت کی ترقی یافتہ صورت ہے' یہ کوئی علیحدہ مذہب نہیں۔ بلکہ ایک اصلاحی تحریک ہے''۔

ڈاکٹر ہنٹر وہابیوں کے عقائد پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے:

۱۔ کہ خدائے واحد پر کلی اعتماد۔

۲۔ خدا اور اس کے بندے کے درمیان کسی واسطے کا انکار۔

۳۔ علمائے سوء کی تاویلات کا رڈ از روئے قرآن۔

۴۔ بدعات کا خاتمہ

۵۔ امام حق کی تلاش

۶۔ علمی اور عملی جہاد

۷۔ روحانی راہنماؤں کی مکمل اطاعت[2]

اس تحریک کی سادہ اور رسومات سے پاک عقائد نے عوام کے دلوں میں گھر کر لیا۔ مگر خانقاہی تعلیم کے علمبرداروں نے اس کے خلاف طوفان کھڑا کر دیا۔ کیونکہ اس وقت پاک و ہند کی مذہبی زندگی کا مرکزی نکتہ تصوف تھا۔ جو عوام الناس کے دلوں میں راسخ ہو گیا تھا۔

''درحقیقت[3] تصوف ایک مشرب ہے۔ جو خدا سے رابطہ اور اس کی معرفت کے لئے باطنی جذبات کو پیدا کرنے کے عقیدے پر مبنی ہے۔ یہ شریعت کے

---

(۱) ایضاً صفحہ ۸۸

(۲) اَور انڈین مسلمز از ولیم ولسن ہنٹر ص ۸۸

(۳) ہندوستان میں وہابی تحریک از ڈاکٹر قیام الدین احمد ص ۴۶

باطنی اور اندرونی پہلو پر زور دیتا ہے۔ خدا سے ربط و وصل طریقت (کی راہ) پر چل کر کیا جا سکتا ہے جو روحانی ہدایت کے کئی مقامات پر مشتمل ہوتی ہے''۔

رفتہ رفتہ طریقت نے شریعت سے زیادہ وقعت حاصل کر لی۔ اور ''ہمہ اوست'' کا عقیدہ جو وحدت الوجود کے مشہور نظریہ کی شکل میں ہویدا ہوا زیادہ نمایاں ہونے لگا۔ مگر اس نئی تحریک کے مجاہدین نے اس حقیقت پر زور دیا کہ باری تعالیٰ اپنی ذات کے لحاظ سے موجود اور ظاہر و ثابت ہے۔ باقی تمام کائنات اس کی پیدا کردہ مخلوق ہے اور نجات اللہ سے رابطہ پیدا کر کے باطنی طریقوں کی بجائے شریعت کی پیروی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ تمام بدعات کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔ ان بدعات میں قبر پرستی' اولیاء پرستی' ان کے مزارات پر مراد طلبی اور پیران عظام کی غیر معتدل تعظیم و تکریم وغیرہ خوب ہوتی ہے۔ مگر ان سب میں خطرناک بدعت' وہ انتہائی تعظیم ہے جو مرشد کے لئے اس حد تک بجالائی جاتی ہے کہ اسے درجہ الوہیت یا نبوت تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ سید احمد اور ان کے رفقاء نے اسلام کے پانچ ارکان کے تو بجالانے کا حکم دیا ہے اس کے علاوہ بدعات سے پرہیز کی سختی سے تاکید کی ہے اس کے علاوہ دین و معاشرہ کی حفاظت کے لئے سید احمد شہید کی تعلیمات میں جہاد ایک اہم رکن ہے[1]۔

یہ تمام بدعات جنہیں قبر پرستی' پیروں کی تعظیم میں مبالغہ و افراط' شادیوں میں مہر کی انتہائی گراں قدر رقوم کا باندھنا' ختنہ کی تقریبات پر بے جا اسراف' بیوہ کے نکاح ثانی پر قدغن ہر جگہ سرفہرست تھیں مگر اس وقت سوہدرہ ان جرائم کی آماجگاہ تھا۔ جس میں خاندان علوی کے بزرگوں نے اسے بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لئے تبلیغ کا کام جاری کیا۔ جس سے ان رسومات بد کو ختم کرنے میں بڑی حد تک مدد ملی۔ اور لوگوں نے مسلک اہل حدیث میں شمولیت اختیار کی۔ ان بزرگان دین میں سے مولانا غلام نبی الربانی' مولانا عبدالحمید اور مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمھم اللہ اور ان کی لائق اولاد کے حالات زندگی قارئین کی نظر کیے

(۱) مقالہ از سر حافظ و ہبہ' ''اسلامک کلچر'' بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۹ء

جا رہے ہیں۔ یہ صرف مبلغ اسلام ہی نہ تھے۔ بلکہ صاحب قلم بھی تھے۔ جن کا شمارہ سوہدرہ کے مصنفین کی صف اول میں ہوتا ہے۔

الغرض یہ بزرگ دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے قریہ قریہ گھومتے پھرے۔ پھر ان کے اخلاق اور زاہدانہ طرز معاشرت' ان کی وسعت قلبی' انسان دوستی' خدمت خلق اور عوام کے سستے اور کامیاب علاج معالجہ اور اعانت نے دلوں پر قبضہ کرلیا۔ا سوہدرہ کے اکناف اور مقامی باشندوں کی ایک کثیر تعداد کو ان کا صحیح معتقد بنا دیا۔ یہ مبلغین بڑے وسیع النظر تھے۔ جن کی مثالی زندگی اور مخلصانہ خدمات نے مسلک اہل حدیث کو روشناس کرانے میں بڑا کردار ادا کیا۔ پھر یہاں پر خوبصورت مساجد تعمیر کی گئیں جہاں توحید و سنت کے غلغلے بلند ہوئے۔ جس کے نتیجے میں شرک و الحاد کے سوتے ختم ہو گئے۔ اس سلسلے میں موجودہ دارہ ککے زئیاں میں پیر بھولے شاہ کی خانقاہ کی تمام رونقیں اپنے انجام کو پہنچیں۔ یہاں پر ہر نو بیاہتا جوڑا اسلام کرنے کے لئے حاضری دیتا اور دلہن جاروب کشی کرتی۔ سالانہ عرس ہوتا' نذر و نیاز مانی جاتیں۔ اور اس قبر سے استعانت و استمداد کی جاتی۔ ان کی سعی جمیلہ سے عرصہ دراز سے اس کا نام و نشان مٹ گیا ہے اور عوام الناس نے اپنے عقائد کی درستگی کر لی ہے۔

مولوی امام خان نوشہروی سوہدرہ کے حالات کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مولوی عبدالحمید صاحب مرحوم سے پہلے کا زمانہ سوہدرہ بھر کا وہ تاریک عہد تھا جس میں ایک رب کے پرستار اور موحد کہلانے والے مسلمان یکسر قبروں اور خانقاہوں کے پجاری بنے بیٹھے تھے۔ مولوی عبدالحمید صاحب پڑھ کر آئے تو دولت توحید سے اس حد تک مالا مال ہو کر لوٹے کہ سوہدرہ کی مسلم آبادی کے اکثر حصے عموماً اور قوم ککے زئی خصوصاً ان کی بتائی ہوئی توحید سے مانوس ہو گئی اور تمام لوگ جھوٹے خداؤں سے تائب ہو کر مسجدوں میں جوق در جوق آنے شروع ہوئے؟

سوہدرہ کی زبوں حالی پر مولوی مراد علی کھوروی مرحوم لکھتے ہیں کہ:

''سوہدرہ میں چونکہ مذہب بالکل نظر انداز تھا۔اس لئے وہ بام اوج پر پہنچتا پہنچتا رہ گیا۔اے نفسانیت تیرا برا ہو کہ تو قوم کی سدراہ نہ ہوتی' تو قوم کو یہ دن دیکھنے نصیب نہ ہوتے۔اے پیارے مذہب !اگر تو دلوں میں جاگزیں ہوتا تو یہ نفسانیت ہمارے پاس نہ پھٹکتی''۔

''تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ'' میں حضرت مولانا غلام نبی الربانی (۱۳۴۸ھ) حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی (م ۱۳۳۰ھ) اور حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمھم اللہ (م ۱۳۷۹ھ) کے حالات زندگی اور علمی خدمات پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادگان محترم حافظ محمد یوسف صاحب اور حافظ عبدالوحید صاحب بمعہ صاحبزادگان اور حافظ محمد یوسف کے صاحبزادہ مولانا محمد ادریس فاروقی اور آگے ان کے صاحبزادگان نجم المجید' قمر الحمید فیصل اور حافظ محمد نعمان حفظھم اللہ کے حالات بھی مختصر بیان کئے گئے ہیں۔یعنی اس کتاب میں خاندان علوی کی چھ پشت پر محیط ذکر آ گیا ہے۔مولانا غلام نبی الربانی رحمتہ اللہ علیہ سے پہلے بزرگوں مثلاً مولوی محبوب عالم' حافظ غلام حسین اور مولوی حبیب اللہ رحمھم اللہ کے تاحال تفصیلی حالات نہیں مل سکے۔ورنہ ان کا بھی تذکرہ کر دیتے۔بہر حال کتاب ہذا میں حضرت مولانا غلام نبی الربانی سے ذکر چھیڑا ہے۔

مولانا غلام نبی الربانی مرحوم اور آپ کے خاندان نے سوہدرہ اور اس گردونواح میں اسلام کی جو شاندار خدمات انجام دیں وہ تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔ ان حضرات کے فراق میں دل خون کے آنسو روتا ہے۔ان حضرات کی جدائی پر مولانا حالی مرحوم کی ایک رباعی یاد آ گئی۔آپ فرماتے ہیں ؎

غالب ہے نہ شیفتہ نہ میر باقی
وحشت ہے نہ سالک نہ انور باقی

حالی اب اسی کو بزم یاراں سمجھو
یاروں کے جو کچھ داغ ہیں دل پر باقی

یہ کتاب بالخصوص حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی اور آپ اصول وفروع کے حالات پر مشتمل ہے۔اس میں پوری کوشش کی گئی ہے کہ قلم جادہ حق وصواب سے ہٹنے نہ پائے۔اور حتی الامکان بزرگان علوی سوہدرہ کی صحیح تصویر پیش کی جائے۔اور اس میں کہاں تک کامیابی ہوئی ہے اس کا فیصلہ اہل نظر کریں گے۔مگر یہ ملحوظ رہے کہ ایک جلیل القدر خاندان کے حالات زندگی اور ان کے علمی کارناموں کی تفصیل ایک ادنیٰ عقیدت مند کے قلم سے ہے۔اس لئے اگر کہیں جذباتی عقیدت کا تھوڑا بہت پرتو نظر آئے تو اس کو معذور سمجھا جائے۔

اب یہ حقیر کوشش ناظرین کی خدمت میں پیش ہے۔اس سے بزرگان علوی سوہدرہ کی سوانح نگاری کا پورا حق تو ادا نہیں ہوا لیکن مقدور بھر اس کی کوشش کی گئی ہے کہ اس آئینہ میں خاندان علوی سوہدرہ کا مرقع نظر آ جائے۔وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللّٰہِ !

اب یہ کتاب مولانا محمد ادریس فاروقی مدیر "ادارہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ" نے شائع کی ہے۔کتاب کا معیار بہت اعلیٰ اور نہایت خوبصورت ہے جو مولانا فاروقی حفظہ اللہ کے ذوق نفاست کا پتہ دیتی ہے۔ہمیں بہت خوشی ہے کہ موصوف نے ٹھہراؤ اور وقار کے ساتھ اپنے آباء واجداد کے مشن پر گامزن ہیں۔آپ نے طباعت کتب' ادویہ سازی اور پندرہ روزہ "مجلہ ضیائے حدیث" جاری کر رکھا ہے۔آپ کی تعلیمی' تدریسی' تبلیغی' تصنیفی' خدمات اور مسجد و مدرسہ وغیرہ سرگرمیاں ان سے الگ ہیں۔اور ان کا دائرہ کار ماشاءاللہ وسیع ہے۔ ایسی خدمات کا مختصراً تذکرہ موصوف کے حالات زندگی میں کیا جائے گا۔

بندہ جب بھی موصوف سے ملا ہے تو آپ شب و روز اپنے کام میں مصروف ہی نظر آئے ہیں۔دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت واعانت فرمائے اور صحت کے ساتھ اس قدر عرصہ زندگی دے کہ وہ اپنے پاکیزہ مقاصد کو بروئے کار لاسکیں' اور مبارکباد کے مستحق ہے

جناب حافظ عبدالوحید صاحب جو بڑے اخلاص وایثار کے ساتھ اپنی خاندانی تگ وتاز اور اسلام کی نصرت فرما رہے ہیں۔ اور مولانا فاروقی صاحب کو اچھے اچھے مشورے اور تجاویز دینے کے علاوہ ہر موڑ پر ان کی حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے۔ اور شبانہ روز مساعی میں برکت دے۔ آمین۔ عبدالرشید عراقی

سوہدرہ۔ ضلع گوجرانوالہ (مئی ۲۰۰۲ء)

مقدمہ

تاریخ واخبار کا فن

تاریخ واخبار کا فن گو اسلام سے پہلے موجود تھا۔لیکن اس فن نے جو ترقی اسلام کے دور میں کی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔اور مسلمانوں نے اس فن میں جو ترقی کی ہے اس کا اعتراف غیر مسلم مستشرقین نے بھی کیا ہے۔مشہور جرمن ڈاکٹر اسپرنگر لکھتا ہے:

''کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم الشان فن ایجاد کیا۔جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔''(۱)

اسماء الرجال

اسماء الرجال پر بہت سے علمائے عرب نے کتابیں لکھیں ہیں۔ علامہ ابن عبدالبر اندلسی (م ۴۶۳ھ) نے ''الاستیعاب'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے۔ابن الاثیر (م ۶۳۰ھ) نے ''اسد الغابہ'' لکھی۔حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) نے الاصابہ فی احوال الصحابہ اور تہذیب التہذیب کے نام سے کتابیں لکھیں۔ حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے ''میزان الاعتدال'' اور ''تذکرۃ الحفاظ'' کے نام سے کتابیں لکھیں۔

سیرت وسوانح

برصغیر میں بھی اس فن پر علمائے کرام نے توجہ کی۔اکبر کے زمانہ میں ملا بدایونی نے منتخب التواریخ اور جہانگیر کے زمانہ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) نے اخبار الاخیار لکھی۔اس کے بعد مولانا عبدالحی فرنگی محلی (م ۱۳۰۴ھ) نے طرب الاماثل کے نام سے کتاب لکھی اور حضرت محی السنۃ والا جاہی مولانا سید نواب صدیق حسن خاں قنوجی رئیس

---

(۱) مقدمہ اصابہ فی احوال الصحابہ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) انگریزی مطبوعہ کلکتہ ۱۸۵۳ء

بحوالہ خطبات مدراس علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء

بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) نے اتحاف النبلاء اور ابجد العلوم جیسی علمی کتابیں لکھیں۔ ان کے بعد مولانا سید عبدالحی الحسنی (م ۱۳۴۱ھ) نے نزہتہ الخواطر کے نام سے ۸ جلدوں میں ایک یادگار علمی کتاب لکھی۔ یہ سب کتابیں عربی میں لکھی گئیں۔ صرف اتحاف النبلاء فارسی میں ہے۔

سوانحی تذکرے

اردو زبان میں بھی بہت سے تذکرے لکھے گئے ہیں۔ مولوی رحمان علی (م ۱۳۲۵ھ) نے تذکرہ علمائے ہند کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ مولانا محمد ادریس نگرامی (م ۱۳۴۳ھ) نے تذکرہ علمائے حال کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس میں مؤلف نے اپنے معاصر علمائے کرام کے حالات لکھے ہیں۔ مولوی یحییٰ امام خاں نوشہروی (م ۱۳۸۵ھ) نے تراجم علمائے حدیث کے نام سے ایک تاریخی، سوانحی اور علمی کتاب مرتب کی جو ۱۹۳۸ء میں جید برقی پریس دہلی سے طبع ہو کر شائع ہوئی۔

تحریک اہل حدیث

اسلام وہ دین ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام ؓ کو سکھایا اور طبقہ اولیٰ کے مسلمانوں کی جو روش تھی وہ اسلام کی صحیح تصویر تھی۔ اہل حدیث نے اسی کو اپنایا اور اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ کی۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن
پس حدیث مصطفیٰ برجاں مسلم داشتن

اہل الحدیث واہل الرائے

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) حجۃ اللہ البالغہ کی ساتویں مبحث میں قرآن وحدیث کے فہم، ان کے استدلال اور ان پر عمل کے لحاظ سے دو مستقل مکتب فکر قرار دیتے ہیں۔ اہل الحدیث اور اہل الرائے۔

اہل الحدیث مکتب فکر میں ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک (م ۱۷۹ھ) امام شافعی (م

۳۰۴ھ) امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) کے ساتھ اصحاب صحاح ستہ یعنی امام بخاری (م ۲۵۲ھ) امام ابن ماجہ (م ۲۷۳ھ) امام ابوداؤد (م ۲۷۵ھ) امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) اور امام نسائی (م ۳۰۳ھ) کو مجتہدین امت کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔

دوسرے مکتب فکر کے سرخیل امام ابراہیم نخعی (م ۹۶ھ) امام ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ) اور ان کے اصحاب امام ابویوسف (م ۱۸۳ھ) امام محمد بن حسن (م ۱۸۹ھ) اور امام زفر (م ۱۵۸ھ) کو قرار دیا ہے۔ پھر دونوں کے اصول استدلال وطریقہ استنباط وتخریج میں موازنہ فرمایا ہے۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے کتب صحاح کو بطریق اہل الحدیث پڑھنے پڑھانے کو رواج دیا۔ کیونکہ ان کتابوں کا موضوع تصنیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرت کو اس طرح جمع کر دیتا ہے جس طرح انسانی زندگی کے ہر شعبہ کو رہنمائی مل سکے۔

فقہائے محدثین کے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے حضرت شاہ صاحب نے فقہی اعتبار سے عہد محدثین کو زندہ کرنے کی تحریک شروع کی۔ اور حضرت شاہ صاحب نے جو پودا لگایا اس پودے کی آبیاری آپ کے نامور پوتے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل شہید دہلوی (۱۲۴۶ھ) نے کی رحمھم اللہ۔

اس تحریک (اہلحدیث) کے بارے میں علامہ سید سلیمان ندوی[1] (م ۱۳۷۳ھ)

---

(۱) مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم ایک بلند پایہ محقق، مؤرخ اور سیرت نگار تھے۔ ۳/نومبر ۱۸۸۴ء کو دیسنہ بہار میں پیدا ہوئے۔ اس ابتدائی تعلیم پھلواری بھنگہ میں حاصل کی۔ ۱۹۰۱ھ میں ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے ندوۃ آپ نے علامہ شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ) اور مولانا حفیظ اللہ (م ۱۳۶۲ھ) سے استفادہ کیا۔ ۱۹۰۳ء میں مضمون نویسی کی ابتداء کی۔ اور سب سے پہلا مضمون علم اور اسلام کے عنوان سے لکھا۔ ندوہ میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد دکن کالج پونہ میں فارسی کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں مولانا شبلی کے انتقال کے بعد مستقل طور پر اعظم گڑھ تشریف لے آئے۔ ۱۹۱۷ء معارف جاری کیا اور ۱۹۴۵ء تک آپ اس کے ایڈیٹر =

لکھتے ہیں:

''اہل حدیث کے نام سے ملک میں اس وقت جو تحریک جاری ہے۔ حقیقت کی رو سے وہ قدم نہیں، صرف نقش قدم ہے۔ مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ جس تحریک کو لے کر اٹھے وہ فقہ کے چند نئے مسائل نہ تھے بلکہ امامت کبریٰ، توحید خالص اور اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی تعلیمات تھیں۔ مگر افسوس ہے کہ سیلاب نکل گیا اور باقی جو رہ گیا ہے گزرے ہوئے پانی کی فقط لکیر ہے''۔

تحریک اہل حدیث کے اثرات

بہرحال اس تحریک کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اس زمانہ سے آج تک ہمارے دور دیار کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی وہ بھی ہمارے لئے بجائے خود مفید اور لائق شکریہ ہے۔ بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا۔ توحید کی حقیقت نکھاری گئی۔ قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا۔ قرآن پاک سے براہ راست ہمارا رشتہ دوبارہ جوڑا گیا۔ حدیث نبوی کی تعلیم و تدریس اور تالیف و اشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں۔ اور دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ساری دنیائے اسلام میں ہندوستان ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب

= رہے۔ ''معارف'' بڑا علمی اور مقبول رسالہ تھا۔

مولانا سید سلیمان ندوی کا سب سے بڑا کارنامہ کتاب سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے وفات سے قبل آپ کو وصیت کی تھی کہ ''سیرت النبی'' صلی اللہ علیہ وسلم تکمیل ضرور کرنا۔ چنانچہ مولانا سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسری جو کتابیں لکھی ہیں وہ آپ کے علمی شاہکار ہیں اور ان تصنیفات کو آج بھی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ارض القرآن، خطبات مدراس، حیات امام مالک، سیرت عائشہؓ، حیات شبلی، عمر خیام، عرب و ہند کے تعلقات، عربوں کی جہاز رانی وغیرہ۔

۱۹۴۵ء میں مولانا سید سلیمان ندوی ریاست بھوپال کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ اور ۱۹۴۹ء تک آپ اس عہدہ پر فائز رہے۔ ۱۹۵۰ء میں آپ پاکستان تشریف لے آئے۔ ۱۹۵۲ء میں آپ کو اسلامی تعلیمات بورڈ کا صدر مقرر کیا گیا۔ ۲۱/ نومبر ۱۹۵۳ء کو آپ نے کراچی میں انتقال کیا۔

ہوئی۔ نیز فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی (یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگوں سے غلطیاں بھی ہوئیں۔ وہ اگر نہ ہوتیں تو بہتر تھا) لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں سے اتباع نبوی کا جو جذبہ گم ہوگیا تھا وہ سالہا سال تک کے لئے دوبارہ پیدا ہوگیا۔ مگر افسوس ہے کہ اب وہ بھی جاتا نظر آ رہا ہے ویسے مایوسی نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے اللہ کی مہربانی سے یہ مقدس جذبہ دوبارہ بیدار ہو جائے۔ اس تحریک کی ہمہ گیر تاثیر یہ بھی تھی کہ وہ ''جہاد'' جس کی آگ اسلام کے حق میں ٹھنڈی ہوگئی تھی' وہ پھر بھڑک اٹھی' پھر یہاں تک ایک زمانہ گزرا کہ وہابی اور باغی مترادف لفظ سمجھے گئے۔ اور کتنوں کے سر قلم ہوگئے۔ کتنوں کو سولیوں پر لٹکنا پڑا' کتنے پابجولاں دریائے شور عبور کر دیئے گئے۔ یا تنگ کوٹھریوں میں انہیں بند ہونا پڑا۔ حضرت مولانا رحیم آبادیؒ کی زندگی تک اس تحریک کے علمبرداروں میں یہ روح کام کر رہی تھی۔

افسوس کز قبیلہ مجنون کسے نماند

اس تحریک کی بنیاد تین چیزوں پر تھی۔ (۱) منصب امارت (۲) زکوٰۃ کی مرکزیت (۳) اسلام سے تمام بیرونی اثرات کو مٹا کر اس کو پھر اپنی اصلیت پر لوٹانا۔ (۱)

محدثین علمائے اہل حدیث

تحریک اہل حدیث برصغیر میں دو طرح سے ترقی کی منازل طے کرتی ہوئی پھیلی۔ حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید (۱۲۴۶ھ) کی آبیاری کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) کے نواسہ حضرت شاہ محمد اسحاق مہاجر مکی (م ۱۲۶۲ھ) کے تلمیذ خاص حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) نے اس کو پورے برصغیر میں پھیلایا۔

مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) نے دہلی کی مسجد واقع پھاٹک حبش خاں میں ۶۰ سال تک حدیث کا درس دیا۔ اور آپ سے بے شمار حضرات نے اکتساب

(۱) تراجم علمائے حدیث (مؤلفہ ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی ج اول ص ۳۵۔ طبع دہلی)

فیض کیا۔ اور آپ کے فیض یافتگان میں بعض ایسے حضرات بھی شامل ہیں جو بعد میں خود مسند تحدیث کے مالک بنے اور ان کا تذکرہ انشاء اللہ رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ مثلاً:

السید عارف باللہ مولانا عبداللہ الغزنوی' آپ کے صاحبزادہ عالی مقام حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی ؒ' شیخ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدّث وزیر آبادی (۱) مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری (۲) ' مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی ؒ' مولانا عبدالرحمان محدّث مبارک پوری ؒ' مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی' مولانا شاہ عین الحق پھلواری' مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی' مولانا محمد سعید محدّث بنارسی' مولانا امیر احمد و مولانا محمد بشیر ساکنین از سہسوان یہ تمام صاحبان صاحب مسند و تدریس تھے۔ اور ان کے بعد دوسرے دور میں مولانا سید عبدالاول غزنوی' مولانا حافظ عبداللہ روپڑی' مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی' مولانا احمد اللہ محدّث پرتاب گڑھی' مولانا حافظ محمد محدّث گوندلوی' مولانا محمد اسمٰعیل السّلفی' مولانا ابواسحاق نیک محمد' مولانا محمد حسین ہزاروی اور ان کے علاوہ بے شمار

(۱) مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) نے اپنی زندگی میں ۸۰ مرتبہ صحاح ستہ پڑھا۔ مولانا عبدالحی الحسنی (۱۳۴۱ھ) نے لکھا ہے "کہ آپ کا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔ اور آپ کے فیض یافتگان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور آپ سے بھی جن علمائے کرام نے اکتساب فیض کیا۔ ان کا شہرہ بھی ازقاف تا باقاف پہنچا۔" (نزہتہ الخواطر' ج ۸)

نوٹ: ادارہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ کے زیر اہتمام حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدّث وزیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی جامع سوانحیات پر کتاب بنام "استاد پنجاب" زیور طبع سے آراستہ ہو کر نئی آب و تاب کے ساتھ مارکیٹ میں آ چکی ہے۔ (فاروقی)

(۲) مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری کا حلقہ درس بہت وسیع تھا۔ مولانا سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) کہتے ہیں۔ "مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری نے درس و تدریس کے ذریعہ خدمت کی۔ اور کہا جا سکتا ہے کہ مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کے درس کا اتنا بڑا حلقہ اور شاگردوں کا مجمع ان کے سوا کسی اور کو ان کے شاگردوں میں نہیں ملا۔ (تراجم علمائے حدیث ہند ج ا ص ۳۷۔ طبع دہلی ۱۹۳۸ء)

حضرات ۔ یہ سب حضرات علم وتقویٰ کے پہاڑ تھے۔

تصنیف و تالیف میں بھی علمائے اہل حدیث نے تحریک اہل حدیث کو جو ضیا بخشی ہے اس کی مثال تاریخ میں نہیں مل سکتی ۔ اس میں سب سے پہلا نام محی السنہ والا جاہی مولانا سید نواب صدیق حسن خان قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) کا آتا ہے۔ حضرت نواب صاحب نے تصنیف و تالیف اور دولت کثیرہ کے ذریعہ علوم قرآن وحدیث کو اکناف عالم تک پہنچایا۔ آپ صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد عربی' فارسی اور اردو میں ۳۵۷ ہے۔

تفسیر قرآن بنام فتح البیان فی مقاصد القرآن بزبان عربی ۷ جلدوں میں لکھی ۔ اور اردو میں ایک تفسیر بنام ترجمان القرآن بلطائف البیان ۱۶ جلدوں میں لکھی ۔ اصول تفسیر و طبقات المفسرین پر الاکسیر فی اصول التفسیر لکھی ۔

حدیث کی خدمت میں بھی نواب صاحب مرحوم ومغفور کی خدمات قابل غور ہیں ۔ ۱۲۹۴ھ میں تجرید صحیح بخاری للشرجی کی شرح عون الباری ۱۲۹۹ھ میں تلخیص ۔ صحیح مسلم للمنذری کی شرح السراج الوہاج تالیف فرمائیں ۔ بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام حدیث کی مشہور ومعروف کتاب ہے ۔ اس کو حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے تالیف فرمایا۔ حضرت نواب صاحب مرحوم ومغفور کو یہ کتاب بہت پسند تھی ۔ آپ نے اس کتاب کی ۳ شرحیں مسک الختام (فارسی) میں ۱۲۷۸ھ میں لکھیں ۔ اور عربی میں الروض البسام ترجمۃ بلوغ المرام ۱۳۰۰ھ لکھی ۔ اور فتح العلام بشرح بلوغ المرام ۱۳۰۵ھ میں لکھی ۔ بلوغ المرام نہایت عمدہ کتاب ہے ۔ اس کا پایہ کافی بلند ہے ۔ اس کی بہت سے محدثین نے شروحات لکھیں۔

رجال حدیث میں نہایت جامع کتاب اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین فارسی میں مرتب فرمائی ۔ صحاح ستہ اور ان کے مؤلفین پر الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ جیسی بے نظیر کتاب لکھی ۔ اور اس کے ساتھ آپ نے ابجد العلوم جیسی بے نظیر اور علمی کتاب

لکھی۔ ابجد العلوم ایک ہزار صفحات پر حاوی کتاب ہے۔ جو اس وقت تک کے معلومات کے مطابق بہترین دائرۃ المعارف ہے۔

حضرت نواب صاحب مرحوم ومغفور نے حدیث کی اشاعت میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ۱۲۹۷ھ میں امام شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) کی نیل الاوطار اور ۱۳۰۰ھ حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) کی فتح الباری اور علامہ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) کی تفسیر ابن کثیر ہزاروں روپے خرچ کر کے چھپوائیں اور علمائے کرام میں مفت تقسیم کیں۔ اور دوسری طرف مولانا وحید الزمان حیدر آبادی (م ۱۲۳۸ھ) سے صحاح ستہ بشمول مؤطا امام مالک کے اردو تراجم وشروح لکھوا کر شائع کرنے کا اہتمام کیا تاکہ عوام براہ راست علوم سنت کے انوار سے متمتع ہوسکیں۔

محدّث دہلوی کے شاگردوں میں مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی (م ۱۳۲۰ھ) بھی تھے۔ جنہوں نے حدیث کی تحریری وتقریری خدمات میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے سب سے پہلے مدرسہ احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ اور اس کے ساتھ عربی مدارس کی اصلاح کی طرف بھی توجہ خاص فرمائی۔ مدرسہ احمدیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں ممتاز علمائے کرام نے تدریسی بذریعہ تعلیم وتعلم قرآن وحدیث کی وہ خدمات سرانجام دیں کہ باید وشاید۔ اس مدرسہ میں مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی (م ۱۳۲۰ھ) مولانا محمد سعید صاحب محدّث بنارسی (م ۱۳۲۲ھ) اور مولانا حافظ عبداللہ محدّث غازی پوری (م ۱۳۳۷ھ) نے تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) نے سنن ابی داؤد کی ۲ شرحیں غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد ۳۲ جلدوں میں اور عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ۴ جلدوں میں تالیف کیں۔[1] مولانا عبدالرحمان محدّث مبارک پوری (م ۱۳۵۲ھ) نے جامع

(۱) غایۃ المقصود کی صرف پہلی جلد ۱۳۱۷ھ میں مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوئی اور عون المعبود کی پہلی ۳ جلدیں ۱۳۰۱ھ میں اور چوتھی ۱۳۰۵ھ میں مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوئی۔

ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی کے نام سے چار جلدوں میں لکھی۔ اور اس کے ساتھ ایک علمی و تحقیقی مقدمہ بھی لکھا۔ تحفۃ الاحوذی کی جلد اول ۱۳۴۶ھ میں، جلد دوم ۱۳۴۹ھ میں، جلد سوم ۱۳۵۲ھ میں اور چہارم ۱۳۵۳ھ میں جدید برقی پریس دہلی سے شائع ہوئی۔ اور مقدمہ تحفۃ الاحوذی آپ کی وفات کے ۷ سال بعد ۱۳۵۹ھ میں جید برقی پریس دہلی سے طبع ہو کر شائع ہوا۔

مولانا حافظ ابوالحسن سیالکوٹی (م ۱۳۲۵ھ) نے ۳۰ جلدوں میں فیض الباری شرح الصحیح البخاری لکھی۔ مولانا عبدالاول غزنوی امرتسری (م ۱۳۲۳ھ) ترجمہ و حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح لکھا اور طبع کرایا۔

مولانا احمد حسن دہلوی (م ۱۳۳۸ھ) نے بلوغ المرام کا حاشیہ لکھا اور طبع کرایا۔ اور اس کے ساتھ تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ جیسی علمی اور بلند پایہ کتاب لکھی۔ جس کی ۲ جلدیں خود لکھیں اور دو جلدیں اپنی نگرانی میں مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی سے (م ۱۳۸۱ھ) میں لکھوائیں[1] اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ نے سنن نسائی کی شرح بنام التعلیقات السلفیہ من سنن النسائی ۲ جلدوں میں لکھی ہے۔ یہ کتاب ۱۳۷۶ھ میں اشرف پریس لاہور سے طبع ہو کر شائع ہوئی۔

مولانا ابوالحسن عبیداللہ رحمانی مبارک پوری نے مشکوٰۃ المصابیح کی شرح بنام مرعاۃ المفاتیح ۱۶ جلدوں میں لکھی۔ جس کی ۹ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ مولانا عبدالسلام بستوی (م ۱۳۹۶ھ) اردو میں مشکوٰۃ المصابیح کی شرح ۱۴ جلدوں میں لکھی ہے۔ یہ مکمل شرح دہلی سے شائع ہو چکی ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل السلفی (م ۱۳۸۷ھ) نے مشکوٰۃ المصابیح کی شرح اردو میں لکھی۔ جس کی پہلی جلد ۱۳۸۸ھ میں شائع ہوئی اور بقیہ ۳ جلدیں مولانا محمد

(۱) اس کی پہلی دو جلدیں ۱۳۳۳ھ اور ۱۳۳۵ھ میں مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوئیں۔ تیسری جلد ۱۴۰۳ھ میں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف کی تحقیق و نظر ثانی سے شائع ہوئی۔ اور چوتھی جلد مولانا حافظ صلاح الدین یوسف کی تحقیق و نظر ثانی سے طبع ہوئی۔ (عراقی)

سلیمان کیلانی رحمہ اللہ نے بعد میں شائع کیں۔

اس تحریک کا برصغیر پاک و ہند میں کیا اثر مرتب ہوا' علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''اس تحریک (اہل حدیث) کا یہ فائدہ ہوا کہ مدت کا زنگ طبیعتوں سے دور ہوا۔ یہ جو خیال پیدا ہو گیا تھا اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا ہے رفع ہو گیا۔ اور لوگ از سر نو تحقیق و کاوش کی جانب مائل ہونے لگے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے استدلال پکڑنے کی نیک خو پیدا ہوئی۔ اور قیل و قال کے مکدر اور گدلے جوہڑوں کی بجائے ہدایت کے اصل چشمہ صافی کی طرف توجہ منعطف ہوئی''۔ (۱)

تحریک اہل حدیث کے فوائد

غرضیکہ شاہ ولی اللہ کی تحریک تجدید و احیاء سنت کو جماعت اہل حدیث نے علماً و عملاً سرگرمی سے جاری رکھا۔ اس آفتاب ضیا پاش سے دنیائے اسلام کے نزدیک اور دور دراز کے گوشے روشن ہو گئے۔ اور عالم اسلام کے متعدد شہرہ آفاق اہل علم و تحقیق نے موجودہ دور میں بسلسلہ طباعت و اشاعت علوم حدیث' علمائے حدیث ہند کے مقتدا ہونے کا اعلان و اظہار فرمایا۔

علامہ رشید رضا مصری کا اقرار

چنانچہ مصر کے وحید العصر عالم علامہ محمد رشید رضا (م ۱۳۵۴ھ) نے ان الفاظ میں علمائے حدیث کو خراج تحسین پیش کیا:

وَلَوْلَا عِنَايَةُ اِخْوَانِنَا عُلَمَاءِ الْهِنْدِ بِعُلُوْمِ الْحَدِيْثِ فِي هٰذَا الْعَصْرِ لَقُضِيَ عَلَيْهَا بِالزَّوَالِ مِنْ اَمْصَارِ الشَّرْقِ فَقَدْ ضَعُفَتْ فِي مِصْرَ وَ الشَّامِ وَ الْعِرَاقِ وَالْحِجَازِ مُنْذُ الْقَرْنِ الْعَاشِرِ حَتّٰى بَلَغَتْ مُنْتَهَى الضُّعْفِ فِي اَوَائِلِ الْقَرْنِ الرَّابِعِ عَشَرَ (۲)

(۱) تراجم علمائے حدیث ہند ج ا ص ۳۷ طبع دہلی ۱۹۳۸ء (۲) مقدمہ مفتاح کنوز السنۃ

''یعنی اگر ہمارے ہندوستانی بھائی (علمائے حدیث) علوم حدیث کی طرف توجہ نہ کرتے تو مشرقی ممالک یعنی مصر' شام' عراق اور حجاز میں جو علم دسویں صدی ہجری سے ۱۴ اویں صدی ہجری تک زوال پذیر ہو چکا تھا علمائے حدیث ہند کی سعی کاوش سے زوال پذیر ہونے سے بچ گیا۔''

شیخ عبدالعزیز کا اعتراف

ایک دوسرے ممتاز محقق اور اسکالر شیخ عبدالعزیز خولی نے لکھا' اور خوب لکھا:

وَلا یُوجَسُ فِی الشُّعُوْبِ الْاِسْلَامِیَّہِ مَنْ فِی الْحَدِیْثِ قسطة من القعایته فی هٰذَالْعَصْرِ مِثْل اِخْوَانِنَا علمی الْهِنْدِ اُوْلٰئِکَ الَّذِیْنَ وحبس بَیْنَهُمْ حُفَّاظ الْحَدِیْثِ ودای سون لها عَلٰی نَحْوِهَا مَا کَانَتْ فِی الْقُرُوْن الثَّالِثِ مریته فِی الْفَهْمِ ونظر فِی الْاَسَانِیْدِ کَمَا طَبَعُوْا کَثِیْرً مِنْ کُتُبِهَا النضیه الَّتِیْ کَارت تَذْهَبُ بهابد الْاَعْمَالِ وَتقضی عَلَیْهَا غیر الزمان و ان اساس تلک النهفة فی الْبِلَادِ الْهِنْدِیَّةِ افدا اذا جلاء تضرضت بهم العصور الحدیث و اتبتجهوا فی تحصیل العلوم تهج السلف فنبه شانهم وَعَلَا اَمْرُهُمْ وزاع صیتلهم فَکَانَ بِهَا الا شر الصالح و السبق الواضح وَمِنْ اَشْهَرِ هٰؤُلاءِ الْاَعْلَام وَلِیُّ اللّٰه الدِّهْلَوِیُّ صَاحِبُ التَّصَانِیْفِ اَشْهَرُ حُجَّةُ اللّٰه الْبَالِغَةُ و السَّیِّدُ صِدِّیْق حَسَنْ مِلک بهوپال صَاحِبُ التَّصَانِیْفِ الْکَثِیْرةِ مِنْ حَسَنَاتِه (یعنی السید صدیق حسنؒ) طُبِعَ فَتْحُ الْبَارِی وَنَیْلُ الْاَوْطَارِ وَتَفْسِیْرُ الْحَافِظِ ابْنِ کَثِیْرٍ طُبِعَتْ هٰذَا عَلٰی نَفَقَةٍ فِی المصبة الامارتیه بِعَصْرٍ فَکَانَتْ مِنَ الحج وسائل اجداد السنة وَفِی الْهِنْدِ آلان طَائِفَةٌ کَبِیْرَةٌ تَهْتَدِیْ بِالسُّنَّةِ فِیْ کُلِّ اُمُوْرِ الدِّیْنِ وَلا تُقَلِّدُ اَحَدٌ امِنَ الْفُقَهَاءِ وَ الْمُتَکَلِّمِیْنَ وَهِیَ طَائِفَةُ

الْمُحَدِّثِيْن (۱)

''اس زمانے میں علمائے حدیث ہند نے حدیث اور دوسرے علوم اسلامیہ کی جو خدمت کی ہے کسی دوسرے اسلامی ملک نے اس سے سبقت نہیں کی اور برصغیر میں حدیث اور اس کی صیانت و حفاظت میں اس قدر حفاظ حدیث موجود ہیں جس طرح تیسری صدی ہجری میں حفاظ حدیث موجود تھے۔ علمائے حدیث ہند نے آزادی فکر پیدا کی۔ حدیث کی تحقیق میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے جو اس سے پہلے نہیں ہوئے تھے۔ اور ان حضرات نے سلف صالحین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حدیث کی اشاعت اور اس کی حفاظت و صیانت کی۔ برصغیر کے علمائے حدیث میں حضرت امام ولی اللہ دہلوی تھے جن کی مشہور تصنیف حجۃ اللہ البالغہ ہے۔ اور نواب صدیق حسن خان رئیس بھوپال جو صاحب تصانیف کثیرہ تھے اور جنہوں نے مطبع امارتیہ مصر سے فتح الباری، نیل الاوطار اور تفسیر ابن کثیر اپنے خرچ سے چھپوائیں اور علمائے کرام میں مفت تقسیم کیں۔ اور اس کے ساتھ برصغیر میں احیائے سنت کے لئے بے پناہ خدمات سرانجام دیں۔ اور جماعت اہل حدیث کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ تمام دینی و مذہبی امور میں میں سنت کی پیروی کرتی ہے اور فقہا اور متکلمین میں سے کسی کی تقلید نہیں کرتی اور یہی گروہ محدثین کرام رحمھم اللہ کا ہے۔''

ایک اور محقق علامہ محمد منیر دمشقی احیاء سنت کی اس تحریک کے متعلق لکھتے ہیں:

وَهِيَ نَهْضَةٌ عَظِيْمَةٌ اَثَّرَتْ عَلٰى بَاقِي الْبِلَادِ الْإِسْلَامِيَّةِ فَاقْتَدٰى بِهَا غَالِبُ الْبِلَادِ الْإِسْلَامِيَّةِ فِيْ طَبْعِ كُتُبِ الْحَدِيْثِ وَالتَّفْسِيْرِ (۲)

''برصغیر کی تحریک اہل حدیث نے دوسرے اسلامی ممالک کو بھی حدیث و تفسیر کی کتاب چھپوانے کی تحریک کی۔''

(۱) مقدمہ مفتاح کنوز السنتہ۔ (۲) انموذج من الاعمال الخمایہ ص ۶۶۸

علامہ محمد منیر کی شہادت

علامہ محمد منیر حضرت محی السنۃ نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) کے بارے میں لکھتے ہیں:

کَمْ لَهُ مِنْ اَيَادٍ بَيْضَآءَ فِي خِدْمَةِ الْعِلْمِ وَ الْعُلَمَاءِ وان جَهَدَ فَضْلَهُ الْحَاسِدُوْنَ وَضُعَفَاءِ الْقَوْلِ الْمُتَصَنِّعُوْنَ (۱)

''حضرت نواب صاحب نے علم اور علماء کی بہت خدمت کی اور اس سلسلہ میں آپ کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ بے شک حاسدوں نے آپ سے حسد کیا اور حاسد صرف حسد کرنے والے تھے' خود کسی کام کے نہ تھے۔''

علمائے حدیث اور منکرین حدیث

علمائے اہل حدیث نے حدیث کی صیانت و حفاظت میں بھی ایک نمایاں کردار ادا کیا۔ اور منکرین حدیث نے جس قدر لٹریچر حدیث کے خلاف شائع کیا۔ اس کا بروقت نوٹس لیا۔

اور اس سلسلہ میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری (م ۱۳۶۷ھ) مولانا حافظ ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل السلفی (م ۱۳۸۷ھ) اور شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی (م ۱۴۰۵ھ) کی خدمات بہت زیادہ ہیں۔ ان حضرات نے ہر محاذ پر منکرین حدیث کے محلات کو مسمار کیا اور حدیث پر کئے گئے اعتراضات کا مدلل و محکم جواب دیا۔ (۲)

---

(۱) ایضاً ص ۳۸۸ (۲) ان علمائے اہلحدیث نے حدیث و سنت اور سیرت طیبہ کی حفاظت کے سلسلے میں جو کام کیا اور جس جذبے اور محبت سے کیا وہ ایک ریکارڈ ہے۔ ان کی تگ وتاز اور مساعی کے تھوڑے سے تذکرے کے لئے بھی کئی صفحات درکار ہیں۔ ان کی کتب' رسائل' مقالہ جات' تقاریر' مباحثوں' مناظروں' کو اگر بطور صحیح احاطہ تحریر میں لایا جائے تو ایک اور کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اس سلسلے میں سوہدرہ کے علوی خاندان کی تحریری اور تقریری خدمات بھی ہیں۔ ان کا جامع تذکرہ ایک دوسری کتاب میں آئے گا۔

یہ ہے مختصر روئیداد علمائے حدیث ہند (اب برصغیر) کے زریں اور لافانی کارناموں کی، جو انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کی اس تحریک کے سلسلہ میں سرانجام دیئے[1]۔ اگر ولی الٰہی خانوادے سے منسلک سبھی علمائے کرام حضرت شاہ صاحب کے طریق کو اپنا لیتے تو ہمارے ہاں کی مذہبی حالت موجودہ صورت حال سے مختلف ہوتی۔ [2]

سوہدرہ۔ تاریخ کے آئینے میں

سوہدرہ ایک قدیم اور تاریخی قصبہ ہے۔ اور علمی، مذہبی اور تاریخی روایات کے لحاظ سے ایک خاص امتیاز رکھتا ہے۔ یہ دنیا کے ان تاریخی مقامات میں سے ہے جو قوموں کی تاریخ میں انقلاب آفرین سمجھے جاتے ہیں۔ اگرچہ سوہدرہ اپنی آبادی کی وسعت یا صنعت و تجارت کے لحاظ سے کوئی بڑا اور مرکزی شہر نہیں ہے مگر اس کی موجودہ تاریخ ایک قابل قدر علمی کارنامے سے وابستہ ہے، جس کے سبب سے سوہدرہ کی شہرت پورے برصغیر میں پہنچ چکی ہے۔ سوہدرہ کی شہرت کا بڑا سبب خاندان علوی ہے، جو برصغیر میں، خصوصاً جماعت اہلحدیث میں ممتاز مقام کا حامل ہے۔ اس خاندان کے علمی فیضان کا دائرہ راس کماری سے

(۱) ملخص از مضمون۔ مولانا عطاء اللہ حنیف ترجمان دہلی مارچ ۱۹۶۸ء

(۲) کتاب ہذا سوہدرہ کے جس جلیل القدر خاندان کے سوانحی خاکہ پر مشتمل ہے، قرآن و حدیث کی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے سلسلے میں اس خاندان کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ حضرت مولانا غلام نبی الربانی کے بزرگ مولانا حافظ حبیب اللہ اور مولانا محبوب عالم بھی اگرچہ ناصح اور دین پسند ذہن کے لوگ تھے لیکن حضرت الربانی نے قرآن وحدیث کی روشنی سے سوہدرہ اور حوالئے سوہدرہ کو بہت مستفید فرمایا۔ شرکیہ اڈوں کو تہس نہس کیا۔ اور تین کتب بھی لکھیں۔ غرض اصلاح عقائد و اعمال میں کوئی کمی اٹھا نہ رکھی۔ مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب وسنت کا فیض عام کرنے کے لیے مدرسہ قائم کیا اور ایک لائبریری بھی بنائی۔ آپ نے عمدۃ الاحکام کی اردو میں بہترین شرح بنام "زبدۃ المرام" لکھی آپ کی تبلیغ مساعی سے کئی ذئی قوم راہ راست پر آ گئی۔

(۱) ایضاً ملخصہ از مضمون مولانا محمد عطاء اللہ حنیف ترجمان دہلی مارچ ۱۹۶۸ء

لے کر پشاور تک پھیلا ہوا ہے۔

سوہدرہ اگرچہ اپنی قدامت کے لحاظ سے برصغیر کے قدیم قصبات میں سے ہے مگر اس کے قدیم تاریخی حالات پر تاریکی کا گہرا پردہ پڑا ہوا ہے۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے وزیر ملک ایاز نے اس قصبہ کی بنیاد رکھی۔ اس کی جنگی اہمیت کے پیش نظر اس کے اردگرد ایک مضبوط فصیل بنائی۔

تاریخ کی قدیم کتابوں میں سوہدرہ کا ذکر ملتا ہے۔ مشہور مؤرخ فرشتہ نے اپنی کتاب ''تاریخ فرشتہ'' میں اور مغل فرمانروا جہانگیر نے ''اپنی توزک'' میں سوہدرہ کا ذکر کیا ہے۔ اور سوہدرہ کی وجہ تسمیہ میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ملک ایاز نے اس کے سو دروازے بنوائے جس کی وجہ سے اس کا نام سودرہ یا سوہدرہ پڑ گیا۔ یہ ایک تاریخ روایت ہے اور تاریخی روایت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ روایات کے اختلاف سے سوہدرہ کو درج ذیل ناموں سے تاریخ میں یاد کیا گیا ہے۔ سدراہ' سداھراء' سدھورا' سیوادر' سیودرا' ابراہیم آباد' سودرہ' سودھرا اور سوہدرہ۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ تاریخ اور جغرافیہ کی کتابوں میں کون سا نام زیادہ استعمال ہوا ہے۔ جہاں تک تلفظ کا تعلق ہے اس میں سودھرا یا سوہدرہ زیادہ مروج ہیں۔ اور تاریخ میں ان دو ناموں کا زیادہ ثبوت ملتا ہے۔

سوہدرہ' وزیر آباد سے مشرق کی جانب سیالکوٹ روڈ پر ۶ کلومیٹر پر واقع ہے۔ اس کے آس پاس پندرہ بیس کے قریب دیہات واقع ہیں۔ شمال کی جانب نالہ پلکھو بہتا ہے۔

سوہدرہ کی آبادی بھی قابل ذکر ہے جس کی نظیر بہت کم دوسری جگہ ملے گی۔ قیام پاکستان سے قبل مغربی جانب ہندو آباد تھے اور مشرقی جانب مسلمان! مگر اب حالت بدل گئی ہے۔ ہندو یہاں سے چلے گئے ہیں اور ان کی جگہ مشرقی پنجاب سے مسلمان مہاجر آکر آباد ہو گئے۔ تاہم پرانی ترتیب اب بھی ظاہر اور محسوس ہوتی ہے۔

سوہدرہ کی آب و ہوا خوشگوار اور معتدل ہے۔ یہاں کی زمین نہایت زرخیز اور عمدہ

ہے۔ پانی ٹھنڈا' شیریں اور ہلکا ہے۔ اور یہ قصبہ ہمیشہ سے اپنے گردونواح کے جملہ دیہات میں آب وہوا کی عمدگی اور خوبی میں مشہور ہے۔

یہاں ۲۱ جون کو سب سے بڑا دن ہوتا ہے۔ اس تاریخ میں ۵ بج کر ۲۳ منٹ پر آفتاب طلوع ہوتا ہے اور ۷ بج کر ۲۷ منٹ پر غروب ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ۲۲ دسمبر کو سب سے چھوٹا دن ہوتا ہے۔ اس تاریخ میں ۷ بج کر ۱۷ منٹ پر آفتاب طلوع اور ۵ بج کر ۲۹ منٹ پر غروب ہوتا ہے۔ ۲۱ مارچ اور ۲۳ ستمبر کو دن رات برابر ہو جاتے ہیں۔

سوہدرہ کی زمین اچھی ہے۔ اس میں تقریباً ہر جنس اور ہر پھل پیدا ہوتا ہے۔ سوہدرہ کی بلندی سے آس پاس کے باغات اور لہلہاتی فصلیں بڑی بھلی دکھائی دیتی ہیں۔

جہاں تک سوہدرہ کی مردم شماری کا تعلق ہے تقسیم ملک سے قبل اس کی آبادی تقریباً پانچ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ جس میں نصف کے قریب مسلمان تھے اور باقی ہندو' سکھ اور عیسائی وغیرہ تھے اور اب اس کی آبادی ۲۰ ہزار پر مشتمل ہے۔ جس میں ساڑھے ۱۹ ہزار کے قریب مسلمان ہیں اور باقی عیسائی! البتہ قادیانی یا پرویزی کوئی نہیں۔

سوہدرہ کے کئی محلے ہیں۔ مثلاً محلّہ ارائیاں' محلّہ ککے زئیاں' محلّہ معماراں' محلّہ چوہدریاں' محلّہ قاضیاں' محلّہ پیر منارا' محلّہ گرلز ہائی سکول' محلّہ شہانیاں' امجد کالونی' محلّہ اعواناں' محلّہ بوہڑی والا' محلّہ گلھے دی گڑھی' محلّہ کوچہ بندی' محلّہ قصاباں' محلّہ شاہ لٹھا' محلّہ سیتا' محلّہ شکور گڑھا' محلّہ کوچہ بندی' محلّہ چوپڑا' محلّہ عمر شاہ' محلّہ اعواناں' محلّہ لال شاہ دادارا' محلّہ مستان شان وغیرہ۔

سوہدرے کا ایک مین بازار ہے جو ویگن اڈہ سے شروع ہو کر بہرام اڈہ سوہدرہ تک جاتا ہے یعنی کافی لمبا بازار ہے۔ اس میں بس گزر سکتی ہے۔۔ جس میں کافی دوکانیں ہیں وہاں تقریباً ہر چیز دستیاب ہو جاتی ہے۔

سوہدرہ کے پاس تلواڑہ گاؤں کا رقبہ میں یہاں نئی آبادی ہے جس کا نام ملت کالونی ہے۔ یہاں بریزئیر اور بنیان سازی کا کام ہوتا ہے۔ سوہدرہ میں ٹیپ ریکارڈر کے سپیکر بنتے

ہیں۔سوہدرہ وتلواڑہ میں اور ساتھ ہی سیالکوٹ روڈ پر گتے اور سامان کٹلری' برف' آئس کریم اور روئی وغیرہ کے محدود پیمانہ پر کارخانے اور انڈسٹریز ہیں۔ یہاں سبزی منڈی اور گوشت مارکیٹ بھی ہے۔ جہاں تازہ بہ تازہ سبزی اور گوشت ملتا ہے۔مختصر یہ کہ سوہدرہ میں تقریباً ضرورت کی ہر چیز مل جاتی ہے۔سبزی مارکیٹ کے آس پاس تیزی سے دوکانیں بن رہی ہیں۔جن کا کرایہ شہر کے برابر ہو رہا ہے۔

اسی طرح میں مختلف فرقے اور مختلف سیاسی پارٹیاں ہیں۔لیکن سب میں سلوک و رواداری ہے۔کوئی کسی سے نہیں الجھتا ہے۔ یہاں بہ نسبت دیگر قصبات و دیہات کے خاموشی اور امن ہے۔لوگ باہم نہیں الجھتے۔فرقوں کے قائدین ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔

سوہدرہ میں بڑے علماء' ادباء' حکماء' صوفیا اور ارباب سیاست' عہد یدار اور خاصے زمیندار ہوئے ہیں۔اور اب بھی ہیں۔[1]

☆☆☆☆☆☆

---
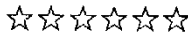
(۱) جن پر مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ ایک کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔اور اس سلسلے میں انہوں نے مواد جمع کرنا بھی شروع کر دیا ہے۔

سوہدرہ اپنے آئینے میں

صنعت وحرفت اور تجارت

سوہدرہ کی مصنوعات میں لحاف اور دستر خوان پورے ملک میں عام طور پر پسند کیے جاتے ہیں۔ ریڈیو کے فاضل پرزے بھی بنائے جاتے ہیں۔ اور پورے ملک میں سپلائی کیے جاتے ہیں۔ چاول' برف اور گتے کے کارخانے بھی ہیں۔

اخبارات ورسائل

سوہدرہ سے متعدد ماہنامے اور رسالے اور ہفتہ وار اخبار شائع ہوتے رہے ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

افغان

یہ ماہنامہ رسالہ تھا۔ اس کے ایڈیٹر...... تھے جو آج سے کوئی ستر برس قبل سوہدرہ سے شائع ہوتا رہا۔ اپنے وقت کے لحاظ سے عمدہ رسالہ تھا۔ اس میں رنگارنگ مضامین ہوتے تھے۔ جو چند سال جاری رہا۔

مسلمان

یہ رسالہ پہلے شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری علیہ الرحمتہ نکالتے تھے۔ اس کے بعد شیر بیشۂ ملت حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی علیہ الرحمتہ نے شائع کرنا شروع کر دیا۔ جو ہر ماہ بخیر وخوبی سوہدرہ سے شائع ہوتا رہا۔ اس کا معیار بہت بہتر تھا اور پسند کیا جاتا تھا۔ اس میں مذہبی' سیاسی' طبی' ادبی' تاریخ' سوانحی' ملکی غرض ہر طرح کے جاذب ودلپسند مضامین ہوتے تھے۔ بسا اوقات اس میں پوری کتاب قسط وار شائع ہوتی تھی۔ مثلاً سیرۃ ابوحنیفہ' سیرت فاطمتہ الزہرا وغیرہ۔ یہ رسالہ بہت عرصہ تک چھپتا رہا۔

طبی میگزین

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی نہ صرف ممتاز عالم دین تھے بلکہ اپنے وقت کے شہرہ آفاق طبیب بھی تھے۔ اس رسالے کے ذریعے آپ نے نمایاں طبی خدمات سرانجام دیں۔ اس میں بڑے بڑے آسان اور یسیر الحصول نسخے ٹوٹکے اور چٹکلے ہوتے تھے۔ آپ ''طبی میگزین'' سے طبی کتب کی بالاقساط طباعت و اشاعت کا کام بھی لیتے تھے۔ یہ بڑا مقبول رسالہ تھا۔

قوانین فطرت

یہ ماہنامہ اور اپنی نوعیت کا منفرد رسالہ تھا۔ جو نہایت سادہ مگر معلومات افزاء تھا۔ اس کے ایڈیٹر حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی علیہ الرحمتہ کے بڑے صاحبزادہ مولانا حافظ محمد یوسف علیہ الرحمتہ تھے۔ علم اور زہد و تقویٰ میں آپ کا پایہ مسلم تھا۔ آپ خود ہی مضامین لکھتے۔ آپ کے مضامین عموماً ناصحانہ و ہمدردانہ ہوتے تھے۔ آخر میں آپ نے اس کی ادارت اپنے بڑے صاحبزادہ مولانا محمد ادریس فاروقی کے حوالے کر دی۔ یہ رسالہ تقریباً فری جاتا تھا۔ محترم حافظ صاحب بسا اوقات اس کی خود ہی کتابت کر لیا کرتے تھے۔ یہ رسالہ بھی گنجینۂ معلومات تھا۔ آپ دراصل قوانین فطرت سے ملک میں کتب و ادویہ کی ایڈورٹائزمینٹ اور ترسیل کا کام لیتے تھے۔ آپ کا یہ ماہنامہ طویل عرصہ تک جاری رہا۔

جریدہ اہل حدیث سوہدرہ

یہ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی علیہ الرحمتہ کا بڑا کامیاب جریدہ تھا۔ یہ اخبار حکومت کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کرتا رہا۔ کئی دفعہ اس پر مقدمات ہوئے۔ مگر یہ جریدہ آب و تاب سے جاری رہا۔ مسلک توحید و سنت کی پاسبانی کرنا اس کے بنیادی فرائض میں شامل تھا۔ اس کے ذریعے باطل فرقوں کی تردید ہوتی تھی۔ اور ان کا خوب تعاقب اور محاکمہ ہوتا تھا۔ اس کے ذریعے جماعتی اصلاح اور تنقید کا کام لیا جاتا تھا۔ تا آنکہ بڑوں کی بھی گرفت ہو جاتی تھی۔ بڑا تہلکہ خیز، معلومات افزاء اور انقلاب آفریں جریدہ تھا۔ جریدہ اہل

حدیث ہفتہ روزہ تھا۔ یہ ۱۹۴۹ء سے لے کر آخر تک شان وشوکت سے جاری رہا۔ مولانا سوہدروی کی تقریروں اور جریدہ اہلحدیث کی تحریروں نے جماعتی بیداری میں اپنا نمایاں رول ادا کیا۔ اس کی اشاعت ہزاروں کی تعداد میں تھی۔ اس کا باب الفتاویٰ بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ علاوہ ازیں اس میں جماعتی، ملکی اور عالمی بڑی خبریں شائع ہوتی تھیں۔ آپ کی وفات ۵۹ء کے بعد عرصہ تین برس تک یہ جریدہ آپ کے صاحبزادہ مولانا حکیم محمد یوسف علیہ الرحمۃ شائع کرتے رہے۔ اور بڑی کامیابی سے اس کو چلاتے رہے۔ آپ کا باب الفتاویٰ بھی بڑا شاندار ہوتا تھا۔ وہ سب فتاویٰ ادارہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ کے زیر اہتمام عنقریب شائع ہو رہے ہیں۔

پندرہ روزہ ضیائے حدیث سوہدرہ

مولانا محمد ادریس فاروقی جب کوئٹہ سے سوہدرہ منتقل ہوئے تو آپ نے اپنی آبائی روایات کو برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ چنانچہ آپ نے یہ مجلّہ ۹۱ء میں جاری کیا۔ جو کچھ وقفے کے ساتھ جاری ہے۔ یہ ایک معیاری رسالہ ہے اور قومی خدمت بجالا رہا ہے۔ اس میں اسلامی، سیاسی، علمی، ادبی، تاریخی، اور طبی مضامین ہوتے ہیں۔ احباب نے اس رسالہ کو بہت پسند کیا ہے۔ اس رسالے کا مقصد قوم کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا، توحید وسنت کا احیاء کرنا، اور اپنے قرب وجوار کے لوگوں کو قرآن وحدیث کی دعوت دینا، جامعہ اصحاب صفہ کا تعارف پیش کرنا اور اپنے آباء کے اشاعت قرآن وسنت کے پاکیزہ مشن کو جاری رکھنا ہے۔ یہ مولانا محمد ادریس فاروقی کا بڑا کارنامہ ہے کہ ادارہ مسلم پبلی کیشنز کو ہولڈ کرنے کے علاوہ مجلّہ ضیائے حدیث کو بھی بڑی خوبی وکمال سے چلا رہے ہیں۔ جبکہ رسالہ جاری کرنا خصوصاً دینی اور مذہبی رسالہ دور حاضر کے صبر آزما کاموں میں سے ہے۔ اللہ موصوف کو استقامت بخشے۔

کتب خانے

کتب خانوں کے لحاظ سے سوہدرہ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اور اس وقت جو

کتب خانے موجود ہیں۔ان میں بہت سی نادر اور علمی کتابیں موجود ہیں۔اور کئی ایک کتب خانے ضائع ہو چکے ہیں۔اور جو کتب خانے اس وقت موجود ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) قاضی کتب خانہ (مملوکہ قاضی خالد حمید صاحب)

(۲) کتب خانہ مولانا سید رفیع الدین (مملوکہ سید شبیر احمد)

(۳) کتب خانہ خاندان علوی (مملوکہ مولانا محمد ادریس فاروقی صاحب)

(۴) کتب خانہ علاؤ الدین (مملوکہ ڈاکٹر امجد حسین شاہ صاحب)

(۵) کتب خانہ حکیم نسیم (مملوکہ حکیم راحت نسیم و برادران)

ملحوظہ

یہ کتب خانے اپنی اپنی جگہ اچھے ہیں۔لیکن ان سب میں سے بڑا کتب خانہ' خاندان علوی کا ہے۔ جو نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا چلا آیا ہے۔مگر دوسرے کتب خانوں کی طرح اس سے خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھایا جا سکا۔کتب تالہ بند رہ کر اور کچھ مرور زمانہ سے اپنی مدت پوری کر چکی تھیں۔ بہت سی کتب کے سیٹ نامکمل تھے۔اور جن کے مکمل تھے وہ بازار میں عرصہ سے نئی چھپ چکی تھیں۔کتابیں عموماً پڑی رہ رہ کر کرم خوردہ اور مٹی آلودہ ہو چکی تھیں۔ جلدیں اکھڑ رہی تھیں۔ورق الٹنے سے دوہرے ہو کر پھٹے جاتے تھے' مولانا محمد ادریس فاروقی نے بہت سی ایسی کتب لاہور کی بہت بڑی سلفیہ لائبریری کو قیمتاً دے کر پاس سے اور رقم ملا کر ضرورت کی نئی کتب منگوائیں اور لائبریری کو جدید مفید اور عوام وخواص کے لیے زیادہ کارآمد بنا دیا اب قوم کو اس لائبریری سے استفادہ کرنے کا اچھا موقع مل گیا ہے۔اور لوگ ان کتابوں کو پڑھ کر بہت خوش ہوتے اور مولانا فاروقی حفظہ اللہ کو دعائیں دیتے ہیں۔ مولانا موصوف اس لائبریری کو اور مزید بڑھانا اور اس کا معیار بلند کرنا چاہتے ہیں۔آپ نے ہر موضوع پر الگ الگ کتابیں سجا رکھی ہیں۔اور لائبریری کی طرف خصوصی توجہ دے رہے ہیں۔

دینی مدارس

جس طرح سوہدرہ مذہبی قصبہ ہے اور یہاں بڑے بڑے فضلاء اقامت گزیں رہے ہیں۔ اور کافی مخیّر لوگ بھی رہے ہیں۔ اس کے مطابق یہاں دینی مدارس نہیں ہیں۔ خصوصاً وقتی مدارس جن میں درس نظامی کا اہتمام ہو۔ یا حفظ کلاس کا اجراء ہو وہ بہت قلیل ہیں۔ ذیل میں مدارس کا تھوڑا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

مدرسہ دار الحدیث حمیدیہ

سوہدرہ کے دینی مدارس میں سب سے پرانا مدرسہ دار الحدیث حمیدیہ ہے۔ قرآن مجید، حدیث نبوی کے ساتھ ساتھ فارسی بھی پڑھائی جاتی تھی جو اس زمانے کی متداول تعلیم تھی۔ اس مدرسہ سے بڑے بڑے باکمال لوگ پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالحمید کے انتقال کے بعد آپ کے والد بزرگوار مولانا غلام نبی الربانی (م ۱۳۴۸ھ) اور مولانا غلام نبی الربانی کے انتقال کے بعد آپ کے ذی مرتبت پوتے مولانا عبدالمجید خادم (م ۱۳۷۹ھ) نے اپنی دیرینہ روایات کو برقرار رکھا۔ مولانا عبدالمجید خادم کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادہ مولانا حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس مدرسہ کو شبانہ روز کوششوں سے جاری رکھا۔ اور اس کے ذریعے سوہدرہ تلوازہ کے باسیوں کو خوب سیراب کیا۔ اور اب مولانا محمد ادریس فاروقی اپنے والد گرامی کی جگہ پڑھا رہے ہیں۔ آپ نے اپنے والد گرامی کی زندگی میں تعلیم و تدریس کا کام شروع کر دیا تھا۔ جسے عرصہ ۱۱ سال سے بخیر و خوبی نبھا رہے ہیں۔

جامعہ اصحاب صفہ

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ اب آپ کے بعد اس مدرسے کو مولانا محمد ادریس فاروقی چلا رہے ہیں۔ اس مدرسہ کو "اصحاب صفہ" کا نام دیا گیا ہے۔ یہ جامعہ تقریباً بارہ سال سے کام کر رہا ہے اور اس کے نگران اعلیٰ حضرت مولانا عبدالمجید خادم کے دوسرے صاحبزادے

مولانا حافظ عبدالوحید صاحب بی اے ایل ایل بی ہیں۔ اور انتظامات ان کے بھتیجے اور حضرت المحترم حافظ محمد یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد ادریس فاروقی اور حافظ عبدالوحید صاحب کے چھوٹے بھائی حبیب الرحمٰن صاحب کر رہے ہیں۔ جامعہ اصحاب صفہ کے تحت اب تک کوئی پچاس کے قریب بچے قرآن مجید حفظ کرنے کے علاوہ ترجمہ قرآن مجید پڑھ چکے ہیں۔ یہ مدرسہ کافی بہتر کام کر رہا ہے اس کے ساکھ اچھی ہے۔ اس مدرسہ میں ناظرہ قرآن مجید معہ ترجمہ اور حفظ قرآن مجید کا معقول انتظام ہے۔ بیرونی طلباء قرآن پڑھنے آتے ہیں۔ انہیں حفظ کے ساتھ قراءت بھی پڑھائی جاتی ہے۔ اصحاب صفہ کے تحت ناظرہ قرآن مجید، ترجمہ قرآن مجید اور درس نظامی کلاسز کا بحمداللہ اجراء کر دیا گیا ہے۔ جامعہ اصحاب صفہ کے تعلیمی شعبے سوہدرہ کے علاوہ سوہدرہ کے آس پاس مثلاً ملت کالونی' تلواڑے' سجاد کالونی' سایانوالے' دو برجی' چندا سنگھ' رام گڑھ' سندھانوالے عزیز چک وغیرہ میں کام کر رہے ہیں یہ ٹوٹل تقریباً ایک درجن مدارس ہیں۔ اوران میں کوئی سولہ اساتذہ کرام طلبہ کو قرآن وسنت کے نور سے آراستہ کر رہے ہیں۔ محتاط اندازے کے مطابق چار سو لڑکے لڑکیاں زیر تعلیم ہیں۔ اور اللہ کی رحمت سے خاموشی اور سادگی سے تعلیم وتدریس ہو رہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علوی خاندان کی اس عظیم خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین۔

مدرسہ قاسم العلوم

یہ مدرسہ ۱۹۴۷ء سے قائم ہے۔ اس مدرسہ کو ایک دیوبندی مخلص بزرگ مولوی حاجی لال دین کشمیری نے قائم کیا تھا۔ حاجی لال دین مرحوم حضرت مولانا احمد علی لاہوری (م ۱۳۸۱ھ) کے خاص معتقدین میں سے تھے۔ توحید وسنت کے شیدائی تھے اور شرک و بدعت کے بہت بڑے مخالف۔ اسی جذبہ کے تحت آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ اس مدرسہ میں ناظرہ قرآن مجید اور حفظ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس مدرسہ میں طلباء کی تعداد کوئی سو کے قریب ہے۔ تین مدرس قرآن مجید کی تعلیم وتدریس میں مصروف ہیں۔

مدرسہ اشاعت القرآن والحدیث

یہ مدرسہ جامع مسجد ککے زئیاں کے زیر اہتمام تقریباً ۵۰ سال سے قائم ہے۔ اس مدرسہ میں قرآن مجید کی تعلیم معہ ترجمہ دی جاتی ہے۔ اور اس مدرسہ میں مختلف اوقات میں مختلف علمائے کرام نے تدریسی خدمات سرانجام دی ہیں۔ اب تقریباً ۹ سال سے مولوی عبدالرحمان سلفی صاحب بچوں کو قرآن مجید ناظرہ معہ ترجمہ پڑھا رہے ہیں۔ ککے زئی قوم کے وہ نوجوان جو سعودیہ میں ہیں ان کی بہت خواہش ہے کہ اس مدرسہ کا معیار بلند کیا جائے۔ مگر ہنوز ان کا نخل آرزو بارآور نہیں ہو رہا۔ آج کل جامعہ اصحاب صفہ کے استاد محمد عرفان صدیقی صاحب مسجد ککے زئیاں میں جا کر چند بچوں کو ترجمہ قرآن پڑھا رہے ہیں۔ خواہش ہے کہ اس مدرسہ کو بھی ترقی دی جائے۔ اور اس کا معیار بلند کیا جائے۔

مدرسۃ البنات

دینی علوم کی تعلیم اور نشر و اشاعت میں خاندان علوی نے جو کردار پیش کیا ہے۔ وہ تاریخ اسلام کا ایک روشن اور زریں باب ہے۔ گذشتہ ایک سو سال کی تاریخ میں اس خاندان کی دینی خدمات اپنی وسعت اور عظمت کے لحاظ سے نہایت وقیع اور بلند پایہ رہی ہیں۔ اس خاندان کی خدمات صرف مردوں کی حد تک محدود نہ تھیں بلکہ اس خاندان کی گرامی منزلت خواتین بھی اشاعت اسلام میں مصروف عمل رہیں۔ ۱۹۸۲ء سے مولانا حافظ محمد یوسف کی اہلیہ محترمہ مدرسۃ البنات میں بچیوں کو دینی تعلیم دے رہی ہیں۔ اور طالبات کی ایک خاص تعداد اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کر رہی ہے۔ یہ مدرسہ ملک عبداللہ خاں عراقی ٹھیکہ دار کی کوششوں سے قائم ہوا۔ اور اب انہی کے زیر اہتمام یہ مدرسہ دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔(۱)

قدیم عمارتیں

سوہدرہ کی تمام عمارتیں بالعموم چھوٹی اینٹ سے بنی ہوئی ہیں۔ جس کو لکھوری (۲)

(۱) یہ مدرسہ اب بند ہو چکا ہے مگر کوشش ہے کہ بچیوں کی تعلیم کا یہ سلسلہ مستقل بنیادوں پر =

بزرگان علوی سوہدرہ کے قبرستان کے پاس
کھجوروں کے قدیم باغ کا ایک منظر

مین بازار سوہدرہ کی مسجد بلال اہلحدیث جس کا افتتاح
مولانا محمد ادریس فاروقی نے فرمایا بحمد للہ یہ مسجد آباد ہو چکی ہے

جامع مسجد غزنویہ اہلحدیث کوئنہ شیر جہاں مولانا محمد ادریس فاروقی 22 برس تک توحید و سنت کے
زمزمے بلند کرتے رہے۔ اب یہ مسجد کوئی نصف کروڑ روپے کی لاگت سے نئی سہ منزلہ بن چکی ہے۔

مولانا محمد ادریس فاروقی کی رہائش گاہ کا ایک منظر جہاں مدرسہ محمدیہ للبنات قائم ہے۔

مولانا محمد ادریس فاروقی کی رہائش گاہ کا وہ حصہ جہاں لڑکیاں درس نظامی کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

اینٹ کہتے ہیں۔ یہ عمارتیں مسلمانوں کے عروج وزوال اور عظمت رفتہ کے عہد کی یادگاریں

= شروع کیا جائے۔ البتہ حافظ عبدالوحید صاحب حفظہ اللہ کے ایماء اور مشورہ سے مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ کے سہارے پر سوہدرہ اور تلواڑہ میں جو مدارس جاری کیے ہیں ان میں دوایک مدرسے پرانے ہیں۔ ان کا مختصر تعارف یہ ہے:

ا۔ مدرسہ فاطمۃ الزہراء: اس میں ترجمہ وناظرہ قرآن مجید اور حدیثیں اور دعائیں یاد کرائی جاتی ہیں۔ اس میں حافظ محمد یوسف صاحب مرحوم کی اہلیہ محترمہ پڑھا رہی ہیں۔ یہ مدرسہ تقریباً ساٹھ برس سے قائم ہے اور اس میں اوسطاً پچاس لڑکیاں پڑھ رہی ہیں۔ اس میں اب تک ہزاروں کی تعداد میں لڑکیاں زیور تعلیم سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

۲۔ مدرسہ محمدیہ للبنات: یہاں درس نظامی تعلیم کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں یہاں ترجمہ قرآن وناظرہ قرآن پڑھایا جاتا ہے یہاں پچیس تیس طالبات زیر تعلیم ہیں۔ یہ مدرسہ مولانا محمد ادریس فاروقی کی رہائش گاہ میں قائم ہے۔ جہاں مولانا فاروقی کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادی پڑھاتی ہیں۔

۳۔ مدرسہ خدیجہ الکبریٰ: یہ مدرسہ محلہ چوہدریاں میں قائم کیا گیا ہے۔ یہاں ایک مستند معلمہ قرآن وحدیث تعلیم دے رہی ہیں۔ یہاں لڑکیوں کی تعداد بیس کے قریب ہے۔

۴۔ مدرسہ البدر للبنات: یہاں بھی درس نظامی شروع کیا گیا ہے۔ ماشاء اللہ آٹھ دس کے قریب طالبات ہو چکی ہیں۔ علاوہ ازیں یہاں حافظ محمد یوسف صاحب کی بڑی صاحبزادی کوئی تیس کے قریب لڑکیوں کو ترجمہ قرآن پڑھا رہی ہیں۔

۵۔ مدرسہ عزیزیہ للبنات: یہ مدرسہ مین بازار سوہدرہ کے قریب ہے۔ اس مدرسہ کی عمارت خریدی گئی ہے۔ یہ عمارت اہلیہ محترمہ جناب صوفی عبدالعزیز صاحب پروفیسر ایم۔ اے مرحوم اور مولانا محمد ادریس فاروقی سوہدروی کی حقیقی خالہ صاحبہ نے خریدی ہے۔

۶۔ مدرسہ حیدریہ: اس گھر کے مدرسہ میں مولوی عبدالرشید حیدری مرحوم کی اہلیہ اور حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی صاحبزادی طالبات اور چھوٹے بچوں کو قرآن مجید پڑھاتی رہیں۔ لیکن موصوفہ کی وفات کے بعد اب یہ مدرسہ بند ہو چکا ہے۔ اگر احباب سوہدرہ نے =

تھیں۔مگر اب خطۂ ہستی سے نابود ہو چکی ہیں۔اور جو قائم ہیں وہ اپنے بنانے والوں کے جاہ و جلال پر نوحہ کناں اور مصروف ماتم ہیں ؎

تِلْکَ آثَارُ مَا تَدُلُّ عَلَیْنَا
فَانْظُرُوا بَعْدَنَا اِلَی الآثَارِ

ہماری یہ نشانات ہمارا پتہ دے رہے ہیں۔
ہمارے بعد تم لوگ انہی آثار و علائم کو دیکھ لیا کرنا۔

سوہدرہ کی قدیم کوئی عمارت بھی باقی نہیں رہی۔محلّہ چوپڑہ' محلّہ قاضیاں اور محلّہ ککے زئیاں میں چند بوسیدہ اور پرانی عمارتیں ہیں۔اس کے علاوہ ایک آدھ قدیم مقبروں کے آثار باقی ہیں۔ان کے شکستہ آثار اور کھنڈر اپنی داستان اقبال پر نوحہ خواں ہیں ؎

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تو نے اے باد صبا
یادگار رونق محفل تھی پروانے کی خاک

= تعاون کیا تو انشاء اللہ ان کے علاوہ دو تین اور مدارس شروع کیے جائیں گے۔الحمدللہ تلواڑہ گاؤں میں بھی لڑکیوں کے چار مدرسے کام کر رہے ہیں جہاں بیسیوں بچیاں پڑھتی ہیں۔علاوہ ازیں موضع سائیانوالہ اور دو برجی میں بھی طلبہ اور طالبات کے تین مدارس مصروف عمل ہیں جہاں مجموعی طور پر ایک سوتیس طلبہ اور طالبات پڑھ رہی ہیں۔مختصر یہ کہ سوہدرہ میں دین حنیف کی خدمت' اسلام کی اشاعت اور قرآن مجید کی تعلیم میں جہاں بزرگان علوی کے ذی مرتبت مردوں کا حصہ ہے وہاں گرامی منزلت خواتین بھی برابر کی شریک ہیں۔یہی وجہ ہے کہ سوہدرہ کے مرد و خواتین نے برابر اس خاندان سے فائدہ اٹھایا۔اور خوب استفاضہ کیا۔دعا ہے یہ سلسلہ اور ترقی کرے۔

(۲) لکھوری اینٹ جسامت میں موجودہ اینٹ سے بہت بڑی ہوتی ہے۔اس کی لمبائی ۶ انچ' چوڑائی ۴ انچ اور موٹائی ڈیڑھ انچ ہوتی ہے۔قدیم زمانے میں عام طور پر انہیں اینٹوں سے تعمیر کا رواج تھا۔ان اینٹوں سے بنی ہوئی عمارتیں نہایت مستحکم ہوتی تھیں۔اور ان کے بنے ہوئے مکانات گرمی اور سردی کے موسمی اثرات سے بہت کم متاثر ہوتے تھے۔

مینارہ

سوہدرہ میں ایک مینارہ بنایا گیا تھا۔ یہ مینارہ کس دور میں بنایا گیا۔اس کے متعلق تاریخ خاموش ہے۔مگر اتنا پتہ چلتا ہے کہ مغل بادشاہ اکبر کے دور میں یہ مینار موجود تھا اور آئین اکبری میں اس مینار کی تفصیل ملتی ہے۔ یہ مینار کافی اونچا تھا۔اس کا کچھ حصہ پہلے گر گیا مگر ۱۸۶۴ء میں بقیہ حصہ بھی گر گیا۔جس سے ایک عورت ہلاک ہوگئی۔ ۱۸۶۸ء میں اس مینار کی گری ہوئی اینٹوں کا نیلام ہوا اور سوہدرہ کے ملک ذوالفقار علی نیاریہ نے ان کو خرید کر اپنا مکان بنایا۔اس مینار کی اینٹیں گیارہ مربع انچ لمبی چوڑی اور دو انچ موٹی تھیں۔ یہ مینارہ سوہدرہ کے مغربی جانب تھا اور اس محلہ کو اب بھی محلہ پیر مینارہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔[1] اور اس محلہ میں محلہ پیر منارہ نام سے ڈاک آتی ہے۔

تاریخی مساجد

سوہدرہ میں مسجدیں بہت ہیں اور خوشی کی بات یہ ہے کہ بالعموم سب آباد ہیں۔اور ان میں نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہیں۔سوہدرہ میں دو مسجدیں زیادہ مشہور ہیں۔ جامع اہلحدیث ککے زئیاں اور جامع مسجد اہل حدیث مغربی۔ایک مسجد بلال اہلحدیث مین بازار سوہدرہ میں تعمیر ہوئی ہے اس کا افتتاح مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ نے فرمایا تھا۔ یہ مسجد اگر چہ چھوٹی ہے مگر اہمیت کے لحاظ سے بہت بڑی ہے۔ ماشاءاللہ بارونق مسجد ہے۔

جامع مسجد اہل حدیث ککے زئیاں

اس مسجد کی بنیاد ۱۸۵۴ء میں رکھی گئی۔شروع میں یہ مسجد مسلمانوں کے ابتدائی طرز تعمیر کا نہایت سادہ مگر پرشکوہ نمونہ تھی۔لیکن مسجد بہت چھوٹی تھی۔مشکل سے پچاس ساٹھ آدمی اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو سکتے تھے۔ ۱۹۰۰ء میں ملک غلام محمد عراقی (م ۱۳۴۹ھ) کی کوشش سے اس مسجد کو وسیع کیا گیا۔موجودہ مسجد اہل حدیث ۱۹۳۹ء میں تعمیر ہوئی۔اور اس کی تعمیر کا بیڑہ حاجی ملک محمد حسین مرحوم نے اٹھایا۔اور ککے زئی برادری نے

(۱) ملخص از مضمون مرتبہ ملک عبدالعزیز فاروق سوہدرہ گزٹ نمبر ا ص ۱۴۱

ان سے خاص تعاون کیا۔ جس سے یہ مسجد پایہ تکمیل کو پہنچی۔ مسجد کے بڑے دروازے پر لکڑی سے کندہ کر کے مسجد میں داخل ہونے اور مسجد سے باہر نکلنے کی دعائیں لکھی گئیں اور اس کے ساتھ فارسی کا یہ شعر ؎

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولین پرسش نماز بود

''یعنی محشر کے روز جب پتہ پانی ہو رہا ہوگا اس وقت سب نے پہلے نماز کی بابت سوال ہوگا''۔

ان دعاؤں اور فارسی کے اس شعر کی خطاطی ملک محمد بشیر صاحب عراقی نے کی۔ مسجد کے دونوں طرف دو اونچے اور خوبصورت مینار ہیں اور یہ مسجد ۱۹۴۸ء میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔

اس مسجد میں خطابت کے فرائض بہت سے علمائے کرام نے سرانجام دیئے۔ حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۳۷۹ھ) بھی اس مسجد میں خطابت کے فرائض کئی سال تک سرانجام دیتے رہے۔ مولانا علم الدین (م ۱۴۰۳ھ) جو حضرت مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی[1] (م ۱۴۰۵ھ) کے ارشد تلانذہ میں سے تھے تقریباً ۳۲ سال تک

---

(۱) حضرت مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی اپنی منفرد خصوصیات کے لحاظ سے آیۃ من آیات اللہ تھے۔ بے مثل حافظے' خداداد ذہانت و فطانت' قوت استنباط و استخراج' فہم دقائق و غوامض آشنا' علوم قرآن و حدیث پر عبور اور فلسفہ و منطق اور علم کلام میں مہارت تامہ کے باعث اس دور میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ اسلاف محدثین کی یادگار اور جماعت کی آبرو تھے۔ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بےنوری پر روتی ہے بڑی مشکل سے پیدا ہوتا چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ کی تمام زندگی خدمت حدیث میں بسر ہوئی۔ سنت رسول اللہ ﷺ سے والہانہ محبت تھا۔ سنت رسول اللہ ﷺ کے ہر پہلو اور اسوہ حسنہ کے ہر گوشہ سے کماحقہٗ واقف تھے۔ اور آپ کی ساری زندگی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں گزری۔ اخلاق و کردار زہد و ورع' تقویٰ و دیانت' ریاضت و عبادت اور سخا و وفا کا کوہ عظیم تھے۔ ۱۴/ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ'۴/ جون ۱۹۸۵ء کو گوجرانوالہ میں انتقال کیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

وہ مسجد جہاں حضرت مولانا حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً 65 برس تک قرآن وحدیث کی
بے لوث خدمت فرمائی۔ اور اپنی حیات مبارکہ میں 63 بار اعتکاف بیٹھے۔

حضرت حافظ محمد یوسف صاحب کا رہائشی کمرہ جہاں آپ آرام فرماتے
اور ذکر وفکر میں مشغول رہتے تھے۔

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کا مطب اور مکتبہ جہاں ان کے پوتے
مولانا محمد ادریس فاروقی بیٹھتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کی لائبریری کا ایک منظر
جہاں جدید وقدیم کتب موجود ہیں۔

خطیب رہے۔ پھر مولانا عبدالسلام ہزاروی، اس کے بعد مولانا انعام اللہ پھر مولانا عزیز الرحمان صاحب یزدانی جو حضرت مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی مرحوم سابق نائب ناظم اعلیٰ جمیعۃ اہل حدیث کے بڑے بھائی ہیں خطیب رہے۔ اب مولوی عبدالرحمٰن سلفی صاحب امور خطابت و امامت سرانجام دے رہے ہیں۔

جامع مسجد اہل حدیث مغربی

اس مسجد کی بنیاد مولانا غلام نبی الربانی (م ۱۳۴۸ھ) نے رکھی۔ اور آپ نے تقریباً پون صدی اس مسجد میں دارالحدیث حمیدیہ کے نام سے ایک مدرسہ قائم کر کے قرآن و حدیث کی تعلیم دی۔ اور مولانا غلام نبی الربانی کے انتقال کے بعد آپ کے پوتے مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی (م ۱۳۷۹ھ) نے تقریباً ۴۰ سال تک اس مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔

یہ مسجد پہلے کچی تھی۔ ۱۹۵۷ء میں مولانا عبدالمجید خادم نے اس کی تعمیر نو کی اور ۱۳۷۹ء بمطابق ۱۹۵۹ء میں مولانا عبدالمجید خادم کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادہ مولانا حافظ محمد یوسف صاحب نے مسجد کی بہت توسیع کی اور پوری مسجد کی ڈیکوریشن کروائی۔ آپ نے اپنے گھر کی طرف توجہ نہ دی مگر اللہ کا گھر سجا دیا۔ آپ اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد اپنی مسجد میں تقریباً ۳۵ برس تک خطبات جمعہ و جماعت کی اعزازی خدمات بجا لاتے رہے۔ اور سلسلہ تدریس کوئی آپ نے ساٹھ برس تک لوجہ اللہ جاری رکھا۔ اور تقریباً ساٹھ مرتبہ اسی مسجد میں اعتکاف بیٹھے۔ اور مدرسہ اصحاب صفہ بھی اسی مسجد میں قائم ہے۔ جس کے نگران حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی علیہ الرحمۃ کے دوسرے صاحبزادے مولانا حافظ عبدالوحید صاحب ایڈووکیٹ اور ناظم آپ کے بھتیجے مولانا محمد ادریس فاروقی ہیں۔ یہ مسجد فن تعمیر کا شاہکار ہے۔ اس کے ہال میں تین اطراف میں خوبصورت گیلری ہے جہاں خواتین جمعہ ادا کرتی ہیں۔ مسجد کے فرنٹ میں ایک بڑا اور باقی چھوٹے بڑے مختلف مینار ہیں۔ صحن میں خوبصورت برآمدہ اور دفتر ہے۔ یہ وہ دفتر ہے کہ

جس کا برصغیر میں شہرہ ہے۔ اور جہاں سے آج تک اصلاحی و تبلیغی رسائل و کتب شائع ہو رہی ہیں۔ دفتر کے دونوں جانب اور اوپر طلباء کا ہاسٹل ہے۔ یہ کمروں کا تعمیراتی کام مولانا محمد ادریس فاروقی نے کروایا۔ موصوف نے مسجد کو کافی رونق دی ہے۔ اور آج کل اسی اپنی آبائی مسجد میں تدریس اور خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اس مسجد میں صبح و شام درس قرآن و حدیث کی رونق رہتی ہے۔ اور روزانہ صبح فجر کے بعد مسجد' طلبہ سے بھری ہوتی ہے کہ جی خوش ہو جاتا ہے۔ علوی خاندان سوہدرہ کی دینی و علمی تگ و تاز کا مرکز یہی مسجد ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابدالآباد تک اس عظیم مرکز کو قائم رکھے۔ اور اسے باسیان سوہدرہ کی سیرابی کا باعث بنائے۔ آمین۔

شجرہ نسب خاندان علوی

(۱)
حضرت علی رضی اللہ عنہ

(۲)
حضرت عباس علمدار

(۳)
حضرت عبیداللہ

(۴)
حضرت حسن

(۵)
حضرت حمزہ ثانی

(۶)
حضرت جعفر

(۷)
حضرت علی ثانی

(۸)
حضرت قاسم

(۹)
حضرت طیار

(۱۰)
حضرت حمزہ

(۱۱)
حضرت یعلیٰ

(۱۲)
حضرت قطب شاہ

(۱۳)
زمان علی

(۱۴)
بدر ملک کمال

(۱۵)
حبرسن

(۱۶)
جمال دین یوسف

(۱۷)
داؤد

(۱۸)
محمد اسحاق

(۱۹)
محمد سخی

(۲۰)
خواجہ صاحب

(۲۱)

طاہر

(۲۲)

طیب

(۲۳)

حبیب اللہ

(۲۴)

رحمت اللہ

(۲۵)

غلام رسول

(۲۶)

ابدھار

(۲۷)

حافظ غلام حسین

(۲۸)

مولوی محبوب عالم

(۲۹)

مولانا غلام نبی الربانی

(۳۰)

مولانا عبدالحمید

(۳۱) مولانا عبدالمجید

(۳۲)

حافظ محمد یوسف　محمد داؤد　حافظ عبدالوحید　حبیب الرحمٰن

(۳۳)

محمد ادریس فاروقی　حافظ بابر وحید　حافظ عمر　حافظ اسید حبیب

(۳۴)

حافظ محمد نعمان فاروقی

(۱) نوٹ: جناب حافظ غلام حسین علیہ الرحمتہ سے لے کر حافظ محمد نعمان حفظہ اللہ تک علماء اوراصحاب درس وتذکیر کی آٹھ پشتیں ہوتی ہیں۔

(۱) حضرت مولانا غلام نبی الربّانی رحمتہ اللہ علیہ

(م ۴/ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ ۳/مئی ۱۹۳۰ء)

پیدائش

مولانا غلام نبی الربانی بن مولوی محبوب عالم ۲۳/ رمضان المبارک ۱۲۶۳ھ، ۴/ستمبر ۱۸۴۷ء کو سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا آبائی وطن دریائے چناب کے پار موضع پانڈہ ضلع گجرات تھا۔

تعلیم

مولانا غلام نبی الربانی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی محبوب عالم رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد وزیر آباد میں مولانا قادر بخش فقیہ وزیر آبادی سے صرف، نحو، ادب، منطق، فقہ، اصول اور علم کلام وغیرہ علوم پڑھے۔ اور وزیر آباد سے آپ جلال پور تشریف لے گئے۔ اور مولانا عبدالباقی جلال پوری سے بھی اکتساب فیض کیا۔ جلال پور سے آپ سیالکوٹ پہنچے اور مولانا غلام مرتضیٰ سیالکوٹی سے حاشیہ خیالی مطول، توضیح مطول، تفسیر بیضاوی اور صحاح ستہ کی کچھ کتب پڑھیں۔

شروع میں عموماً یہ طریقہ رہا کہ جو شخص جس فن میں اونچا پایہ رکھتا لوگ اس سے وہ فن سیکھتے۔ اس طرح ایک ایک شاگرد کے بسا اوقات کئی کئی استاد ہوتے۔ مثلاً ایک صرف و نحو کا استاذ ایک ادب کا، ایک فقہ اور اصول فقہ کا، ایک فلسفہ و منطق کا، ایک حدیث اور اصول حدیث کا، ایک تفسیر اور اصول تفسیر کا۔ اور جس کو جتنا وقت ملتا وہ اتنا پڑھ لیتا۔ علاوہ ازیں ہر شخص کی ذہنی استعداد جدا جدا ہوتی ہے۔ اسی استعداد کے مطابق کوئی تین چار سال میں فارغ ہوتا، کوئی چار پانچ چھ سال میں۔ اور کوئی آٹھ دس سال میں۔ اور اس میں مدارس یا اساتذہ کی طرف سے بھی کوئی پابندی نہ تھی، جو شخص جہاں جتنا پڑھنا چاہتا پڑھ لیتا۔ حضرت

مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح علم سیکھا۔اور آپ تحصیل حدیث کے سلسلہ میں مولانا حافظ محمد لکھوی (م ۱۳۱۱ھ) صاحب تفسیر محمدی [۱] اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدّث دہلوی [۲] (م ۱۳۲۰ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور ان سے حدیث میں سند و اجازت حاصل کی۔

---

(۱) حضرت مولانا حافظ مولانا محمد لکھوی (م ۱۳۱۱ھ) کا شمار ممتاز علمائے اہلحدیث میں ہوتا ہے۔آپ شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدّث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔دہلی میں تکمیل تعلیم کے بعد اپنے گاؤں لکھوکے ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب میں جامعہ محمدیہ کے نام سے ایک دینی درس گاہ قائم کی۔اس درس گاہ سے برصغیر کے ممتاز علمائے کرام نے تعلیم حاصل کی اور مولانا حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے تمام افراد ہر عہد میں علم و عمل کے آفتاب و ماہتاب رہے ہیں۔حافظ صاحب نے تدریس و تبلیغ کے علاوہ قرآن مجید کی تفسیر پنجابی نظم میں بعنوان تفسیر محمدی لکھی۔آپ نے ۱۲/ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ، ۱۸/ مئی ۱۸۹۴ء کو لکھوکے میں انتقال کیا۔

(۲) حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی ایک تاریخ ساز حیثیت کے مالک تھے۔قدرت نے انہیں جو مرجعیت اور مقبولیت بخشی تھی کسی کو کم ہی ملتی ہے۔ان بزرگ ہستیوں اور ان کے علاوہ اور بھی متعدد اصحاب فضل و کمال کے حالات زندگی کے لیے ''استاد پنجاب'' مسلم پبلی کیشنز لاہور کا مطالعہ فرمائیے ...... مختصر یہ کہ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔ اسلام کی چودہ صدیوں میں ہر صدی میں کچھ ایسی شخصیتیں بھی پیدا ہوئیں جنہوں نے اپنی زندگیاں اعلائے کلمۃ الحق اور احیائے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف کر دیں۔آپ بھی انہیں میں سے ایک ہیں۔

حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و تدریسی خدمات قابل قدر ہیں۔حضرت شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی کے اس مسابقت الی الجہاد و فوز بہ شہادت کے بعد ہی دہلی میں الصدر الحمید مولانا شاہ محمد اسحاق مہاجر مکی (م ۱۲۶۳ھ) کا فیضان جاری ہوگیا۔جن سے شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدّث دہلوی مستفیض ہوکر دہلی ہی کی مسند تحدیث پر متمکن ہوئے۔حضرت شیخ الکل نے ۶۰ سال دہلی کی مسجد پھاٹک حبش خاں میں حدیث کا درس دیا۔اس درس گاہ سے بے شمار حضرات مستفید ہوئے۔اور ان میں بہت سے ایسے حضرات بھی ہیں جو بعد میں مسند تحدیث کے مالک بنے اور ان کا شہرہ از قاف تا بہ قاف پہنچا۔حضرت شیخ الکل نے ۱۰/ رجب ۱۳۲۰ھ، ۱۳/ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو دہلی میں انتقال کیا۔

تکمیل تعلیم کے بعد

تکمیل تعلیم کے بعد اپنے وطن سوہدرہ واپس تشریف لائے اور اسلام کی دعوت میں مصروف ہو گئے۔ توحید کی اقامت اور شرک و بدعت کی تردید میں آپ نے جو گراں قدر علمی و دینی خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔ ہماری پوری ککے زئی برادری نے انہیں کی تبلیغ سے مسلک اہل حدیث اختیار کیا اور مسلک اہلحدیث کی ترویج و اشاعت میں جو کوششیں کیں، اس میں آپ کامیاب و کامران ہوئے۔ گو اہل بدعت کی طرف سے آپ کو کئی ایک مصائب کا سامنا کرنا پڑا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر قدم پر کامیابی و کامرانی عطا فرمائی۔ صاحب ''نزہتہ الخواطر'' نے آپ کے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ [۱]

مولانا عبداللہ الغزنوی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت

مولانا سید عبداللہ الغزنوی (م ۱۲۹۸ھ) للّٰہیت، تقویٰ اور علم دین میں یکتائے روزگار تھے۔ صاحب ''نزہتہ الخواطر'' ان کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

حضرت عبداللہ بن محمد بن محمد شریف الغزنوی شیخ تھے۔ امام تھے، عالم تھے، زاہد تھے، مجاہد تھے۔ رضائے الٰہی کے حصول میں کوشاں تھے۔ اللہ کی رضا کے لئے اپنی جان، اپنا گھر بار، اپنا مال، اپنا وطن سب کچھ لٹا دینے والے تھے۔ علمائے سوء کے خلاف ان کے معرکے مشہور ہیں۔ [۲]

دور دراز علاقوں سے علماء اور مشائخ آپ سے فیض حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتے۔ اور جب آپ سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ وغیرہ کلمات کا ورد کرتے تو جمادات بھی آپ کے ساتھ بآواز بلند تسبیح و تہلیل کرتے اور وجد و اضطراب میں آ جاتے۔ چنانچہ مولانا غلام نبی الربانی رحمتہ اللہ علیہ بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ بروایت مولوی یحییٰ امام خاں

(۱) نزہتہ الخواطر جلد ۸ صفحہ ۱۵۱۔

(۲) نزہتہ الخواطر ج ۷ ص ۳۰۲

نوشہروی[1] (م ۱۳۸۵ھ) سوہدرہ میں ایک حنفی عالم مولوی سید نور شاہ مرحوم (۲) تھے اور اَلسَّعِیْدُ مَنْ سَعِدَ فِی بَطْنِ اُمِّہٖ میں سے تھے۔ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ مغربی

(۱) مولوی ابو یحییٰ نوشہروی (م ۱۳۸۵ھ) کا اصل نام عبدالغنی بن محمد بخش ہے۔ نوشہرہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا کالے خاں ہجرت کر کے سوہدرہ آ گئے۔ مولوی صاحب کمسنی میں یتیم ہو گئے۔ ابتدائی زمانہ مفلسی میں گزرا۔ ابتدائی تعلیم فارسی پنڈت دینا ناتھ سے حاصل کی۔ عربی تعلیم حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۸ھ) اور مولانا عبدالحمید (م ۱۳۳۰ھ) سے حاصل کی۔ بعد ازاں امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں بھی کچھ عرصہ رہے اور کچھ عرصہ مولانا محمد اسماعیل السّلفی (م ۱۳۸۷ھ) کے ہاں گوجرانوالہ میں رہے۔ تکمیل تعلیم کے بعد ہندوستان کے مختلف شہروں میں بسلسلہ روزگار مقیم رہے۔ اور ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا شغل بھی رکھا۔ ابتداء میں برصغیر کے ممتاز علمی جرائد میں بے شمار علمی، تنقیدی، تاریخی اور ادبی مضامین لکھے۔ اخبار اہل حدیث امرتسر، اخبار محمدی دہلی، اخبار مسلمان سوہدرہ، زمانہ لکھنو، جامعہ دہلی، برہان دہلی، اردو حیدر آباد دکن، اردوئے معلیٰ کان پور، اور معارف اعظم گڑھ میں مضامین لکھے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور میں مقیم ہوئے۔ اور اخبار الاعتصام لاہور، ثقافت لاہور اور اخبار امروز میں بھی بے شمار مضامین لکھے۔ مولوی صاحب کا شمار برصغیر کے ممتاز اہل قلم میں ہوتا ہے۔ آپ نے خود ایک ''ماہنامہ افغان ککے زئی'' سوہدرہ سے جاری کیا۔ جو بعد میں علی گڑھ سے بھی شائع ہوا۔ مولوی امام خاں کی تصانیف کی تعداد ۲۷ ہے۔ جن میں ۱۶ مطبوعہ اور ۱۰ غیر مطبوعہ ہیں۔ مطبوعہ کتابیں: (۱) دربار مامون کے فیصلے (۲) فتنہ خلق قرآن (۳) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات (۴) تراجم علمائے حدیث جلد اول (۵) ہندوستان میں علم حدیث (۶) قرآنی دستور حیات (۷) فقہ عمر (۸) حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۹) زندگی کے نمونے (۱۰) حرف آخر (۱۱) حضرت عمرؓ کے سیاسی نظریے (۱۲) مکالمات نبوی (۱۳) ترجمہ نزہۃ الخواطر جلد اول تا جلد چہارم (۱۴) سیاسی وثیقہ جات (۱۵) نقوش ابوالوفا جاج اول (۱۶) اہل حدیثوں کے دس مسئلے۔

غیر مطبوعہ کتابیں: فقر و تصوف (۲) سخنوران ہند (۳) اذکار ابن القیم در سیاست شرعیہ (۴) افکار ابن القیم در فقہ اصول فقہ (۵) چہ خوش گفت (۶) ترجمہ بدایۃ المجتہد (۷) دستور المجاہدین (۸) حکایات صحابہ (۹) نقوش ابوالوفاء جلد دوم (۱۰) تذکرہ مصنفین گوجرانوالہ (۱۱) تراجم علمائے حدیث ہند جلد دوم۔

مولوی ابو یحییٰ نے ۲۲/جنوری ۱۹۶۶ء، ۳/شوال ۱۳۸۵ھ کو سوہدرہ میں انتقال کیا۔

(۲) مولوی سید نور شاہ مرحوم مولوی سید رفیع الدین مرحوم کے دادا تھے۔ مولوی سید رفیع الدین دیوبندی مسلک کے تھے۔ بہت ملنسار اور خوش اخلاق تھے۔ مسائل کی تحقیق میں اچھے تھے۔ جنوری ۱۹۷۹ء میں سوہدرہ میں انتقال ہوا۔

جانب سے ایک نور چمکا' جو ستون کی شکل میں آسمان کو چھوتا ہوا نکل گیا۔ اس نور کا مبداء سے مولانا غلام نبی الربانی تھے۔ چنانچہ مولانا غلام نبی الربانی حضرت مولانا عبداللہ الغزنوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے بیعت ہوئے۔ حضرت مولانا غلام نبی الربانی کا روحانی پایہ بہت اونچا تھا۔ آپ کی زبان اور دعا میں ایک خاص تاثیر تھی جس کا صاف پتہ چلتا تھا۔ مولانا غلام نبی الربانی ایک بہترین خوشنویس تھے[1]۔ چنانچہ امرتسر جب بھی آپ تشریف لے جاتے تو وہاں حضرت شیخ کے لئے کتابیں نقل کرتے۔

مولانا عبداللہ الغزنوی رحمۃ اللہ علیہ سے مماثلت

حضرت غلام نبی الربانی مرحوم کا درج ذیل واقعہ مولانا سید عبداللہ الغزنوی کے اس واقعہ سے مماثلت رکھتا ہے۔ جو حضرت عارف باللہ نے غزنی میں خواب میں دیکھا تھا۔ یعنی آپ نے بخاری شریف کو خاک آلودہ دیکھا اور پھر اس کو صاف کیا اور ممدوح (مولانا غلام نبی الربانی مرحوم) نے خواب میں یہ دیکھا کہ میں سوہدرہ کی مسجد سے کوڑا کرکٹ اٹھا رہا ہوں اور مسجد کو خوب صاف کر رہا ہوں۔ یہ خواب آپ نے مولانا سید عبداللہ الغزنوی سے ذکر کیا۔ تو حضرت شیخ نے فرمایا:۔

''الحمد للہ است این رویا صادق است۔ برائے شما ہمہ مبارک است انشاء اللہ۔ انشاء اللہ از تو در دین اسلام کارے خواہد شد کہ ایں راز شرک و بدعت پاک خواہد نمود مراد از مسجد ایں اسلام است، خس و خاشاک بیرون کردن کفر''۔

یا

''دین از شرک و بدعت پاک نمودن است''[2]

''سب اللہ کی تعریف ہے۔ یہ سچا خواب ہے اور آپ کے لئے بڑا باعث برکت ہے۔

---

(۱) آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارت راقم نے آپ کے کتب خانہ میں دیکھی ہے بہترین خط ہے۔

(۲) اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۱/ اپریل ۱۹۱۹ء ص ۱۰۰۹

اللہ تعالیٰ آپ سے بڑا کام لے گا آپ اسلام کی حفاظت کریں گے اور کفر کو شکست دیں گے یا یہ مطلب یہ ہے کہ آپ کے علاقہ میں جو دین میں شرک و بدعت آیا ہوا ہے اسے نکال باہر کریں گے"۔ انشاءاللہ

مرحوم کا زہد وتقویٰ محتاج وضاحت نہیں۔ مولانا عبداللہ الغزنوی کے فیض یافتگان میں یہ جنس کمیاب تقویٰ وللّٰہیت ماشاءاللہ عام تھی۔

علم وفضل

حضرت مولانا غلام نبی الربانی علم وفضل، زہد وورع، تقویٰ وطہارت کا بہترین نمونہ تھے۔ آپ نے توحید وسنت کا جو درخت لگایا' وہ آج تک پھل دے رہا ہے۔ ان کی بدولت ہماری ککے زئی برادری میں توحید کا چرچا ہوا۔ اور اہل حدیث مسلک اختیار کرنا شروع کیا۔ بدعات کا بہت حد تک قلع قمع ہوا۔ آپ مرجع خلائق اور عالم باعمل تھے۔ آپ کا شمار اہل اللہ میں ہوتا تھا۔ صوفی منش اور درویش سیرت اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔

صاحب "نزہتہ الخواطر" لکھتے ہیں کہ آپ کثرت سے اللہ کی عبادت کرنے والے، اللہ پر بھروسہ کرنے والے تھے، آپ کا زیادہ وقت ذکر واذکار اور تسبیح وتہلیل میں گزرتا تھا۔ (۱)

ایک عجیب واقعہ

مولوی ابوالحمود ہدایت اللہ سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ (۲) (م ۱۳۸۷ھ) بسلسلہ کاروبار

(۱) نزہتہ الخواطر ج ۸ ص ۳۵۱

(۲) مولوی ابوالحمود ہدایت اللہ بن مولوی حاکم الدین ۱۶/ مئی ۱۸۹۳ء سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی حاکم الدین سے حاصل کی۔ بعدازاں عربی تعلیم حضرت مولانا غلام نبی الربانی (م ۱۳۴۸ھ) اور حضرت مولانا عبدالحمید (م ۱۳۳۰ھ) سے حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد بسلسلہ روزگار ہندوستان کے مختلف شہروں میں آپ کا قیام رہا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا شغل اختیار کئے رکھا ہے۔ آپ نے بیشمار مضامین اخبار اہل حدیث امرتسر' اخبار محمدی دہلی' اور اخبار مسلمان سوہدرہ میں لکھے۔ ۱۹۱۶ء میں آپ بسلسلہ کاروبار سیور کینٹ ریاست بھوپال میں مقیم تھے۔ .... =

قصبہ سیور کینٹ بھوپال میں مقیم تھے اور کاروبار کے ساتھ مضمون نویسی کا شغل بھی جاری رہتا تھا۔ اس وقت آپ کے مضامین اخبار اہل حدیث امرتسر شائع ہوئے تھے۔ مولوی ہدایت اللہ مرحوم نے بیان کیا:

''مجھے ایک صاحب بھیکن خان نے جو کہ موضع سہاگ پور جو جی آئی پی ریلوے اسٹیشن پر ہے اور ضلع ہوشنگ آباد میں ہے لکھا کہ آپ کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سوہدرہ کے رہنے والے ہیں۔ وہاں مولانا غلام نبی الربانی صاحب سے ملاقات ہوتی ہوگی۔ وہ میرے استاد ہیں۔ اور وہ علاقہ ان کے سپرد ہے۔

بھیکن خان نے مجھے لکھا کہ بہتر ہے کہ آپ ان سے بیعت کرلیں۔ وہ جس علاقے میں رہتے ہیں وہ انہی کے سپرد ہے۔ میں کچھ نہ سمجھا۔ جب سوہدرہ آیا تو

= اسی دوران ''فلسفہ اور معجزہ'' کے عنوان سے آپ کی اور مولوی عبدالعزیز تحصیلدار وردہ (سی پی) کے درمیان ایک بحث چل نکلی۔ اسی بحث اور خط وکتاب کو آپ نے ۱۹۲۲ء میں کتابی شکل میں شائع کیا۔ علامہ اقبال ؒ نے اس کتاب کی بہت تعریف کی۔

۱۹۲۴ء میں آپ نے دوسری کتاب ''شبیرنامہ'' لکھی اور شائع کی۔ ۱۹۳۳ء میں آپ کی مشہور کتاب ''تاریخ ککے زئی'' شائع ہوئی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کے علم تاریخ و آثار قدیمہ میں عمیق تحقیق کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۹۵۱ء میں آپ کی مشہور کتاب ''اسلامی اخلاق'' دو حصوں میں مسلمان کمپنی سوہدرہ کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ اسلامی اخلاق کے پہلے حصہ میں ایک ہزار آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ اخلاق حسنہ سے متعلق ہیں اور دوسرے حصہ میں غیر مسلموں پر مزید حجت قائم کرنے کے لیے ۲۳ عنوانات کے تحت غیر مسلم اکابرین کی لآراء کو جمع کیا گیا ہے جو انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں تحریر کی ہیں۔

۱۹۶۱ء میں آپ کی کتاب ''اسلام اور عیسائیت'' شائع ہوئی۔ یہ کتاب بھی مسلمان کمپنی سوہدرہ نے شائع کی۔ اس کتاب میں عیسائیوں کی طرف سے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ناروا اعتراضات کئے گئے ہیں ان کا تسلی بخش اور حکیمانہ جواب دیا گیا ہے۔

شیعہ، قادیانی اور فرقہ بریلویہ کے خلاف بھی آپ نے سینکڑوں مضامین اخبار اہل حدیث امرتسر، اخبار مسلمان سوہدرہ، اخبار الاعتصام لاہور اور جریدہ اہل حدیث سوہدرہ میں لکھے۔

مولوی ابوالمحمود ہدایت اللہ نے ۱۶/ مئی ۱۹۶۷ء، ۶/ صفر ۱۳۸۷ھ کو سوہدرہ میں انتقال کیا۔

میں نے اس کا تذکرہ مولوی صاحب مرحوم سے کیا۔ تو ہنس دیئے۔ میں نے عرض کیا۔ سپردگی کا مطلب کیا ہے جواب دیا' کہ سوہاگ پور کا علاقہ انہی کے سپرد ہے''۔ (۱)

مشاغل

تدریس باقاعدہ نہ تھی جو صاحب جو کتاب لے آئے' بسم اللہ۔ آپ کھلے دل سے اسے پڑھاتے تھے۔

امامت' خطبہ جمعہ' مطالعہ کتب' ذکر واذکار و تلاوت قرآن اور کتب نویسی میں منہمک رہتے تھے۔ اپنا وقت بالکل ضائع نہیں کرتے تھے۔ ہمہ وقت مطالعہ کتب اور ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ قریب ہی سوہدرہ سے جانب مشرق تقریباً ایک مربع زمین تھی۔ وہاں سے اجناس وغیرہ آجاتی اور الحمد للہ بسلسلہ گزر بسر آپ کو کوئی پریشانی نہیں تھی۔ آپ سوہدرہ کے خوشحال زمیندار تھے۔

تصانیف

پنجابی نظم میں درج ذیل تین کتابیں لکھیں:

۱۔ تحفۃ الوالدین

۲۔ تحفۃ المعجزات فی تاکید الصلوٰۃ

۳۔ تحفۃ العجلا المعروف نصیحۃ النساء (۲)

اولاد

مولانا حافظ عبدالحکیم (۳) اور مولانا عبدالحمید۔ ان دونوں جوانسال بیٹوں کو خود اپنے

---

(۱) راقم نے یہ واقعہ مولوی ابوالمحمود ملک ہدایت اللہ کی زبانی سنا۔ (عراقی)

(۲) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۶۳

(۳) مولانا حافظ عبدالحکیم ۱۲۹۰ھ/۷۳-۱۸۷۲ء میں سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ علوم مروجہ کی تعلیم اپنے والد محترم سے اور حدیث کی سند استاد پنجاب حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) سے =

بزرگان علوی کی رہائش گاہ کا بیرونی منظر
جو فی الحال قدیم حالت میں ہے۔

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ
کی قدیم رہائش گاہ کا اندرونی منظر

محلہ ککے زئیاں کا وہ مقام جہاں حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ
سالہا سال درس قرآن وحدیث کی ضیاباریاں فرماتے رہے۔

وہ چوبارہ جہاں حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ اقامت فرماتے تھے۔ یہ اس کی نئی تعمیر ہے۔

بزرگان علوی سوہدرہ کی زرعی زمین کا ایک منظر یہ درخت مولانا عبدالمجید سوہدروی علیہ الرحمۃ
نے اپنے بابرکت ہاتھوں سے لگائے ہوئے ہیں۔

ہاتھوں سے لحد میں اتارا۔

وفات

۴/ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ ۳/مئی ۱۹۳۰ء کو سوہدرہ میں انتقال کیا۔ اور اپنے آبائی قبرستان میں دفن کیے گئے۔

= حاصل کی۔ بہت قابل اور ذہین وفطین تھے۔ احیائے سنت کی جدوجہد میں والد کے دست وباز و تھے کہ ۱۳۲۰ھ/ ۱۹۰۲ء میں وفات پا گئے۔ مولانا غلام نبی الربانی نے مندرجہ ذیل تاریخ وفات کہی۔

گشت تاریخ وفات عبدالحکیم از حق پدید   حرف باشد' بگیر دز" حافظ قرآن مجید'

(اہل حدیث امرتسر ۱۱ اپریل ۱۹۱۹ء)

نوٹ: حضرت مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ آگے آرہا ہے (عراقی)

(۲) حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

(م ۷/ جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ ۲۴/ ۱۹۱۲ء)

ابتدائی زندگی

مولانا عبدالحمید حضرت مولانا غلام نبی الربانی کے دوسرے بیٹے تھے۔ آپ ۱۳۰۰ھ /۱۸۸۲ء میں سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھ کر استاد پنجاب شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیر آبادی [1] (م ۱۳۳۴ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے صحاح ستہ بشمول مؤطا امام مالکؒ و مشکوٰۃ شریف پڑھ کر سند حاصل کی۔ حضرت المحترم محدث وزیر آبادی نے ان کی خوش خصالی کو دیکھتے ہوئے انہیں اپنی دامادی میں لے لیا تھا۔

---

(۱) مولانا حافظ عبدالمنان ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۰ء موضع کروٹی ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ ۸ سال کی عمر میں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ تحصیل علم کے لئے مختلف شہروں کا سفر کیا آپ کے اساتذہ میں شیخ الکل سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) اور مولانا عبدالحق بنارسی (م ۱۲۸۶ھ) زیادہ مشہور ہیں۔ ۲۰ سال کی عمر میں مروجہ علوم سے فراغت پائی اور امرتسر تشریف لے گئے۔ اور حضرت مولانا عبداللہ الغزنوی (م ۱۸۹۸ء) نے آپ کو مسند حدیث پر بٹھایا۔ امرتسر میں ۲ سال قیام کے بعد وزیر آباد تشریف لے آئے۔ اور پوری زندگی وزیر آباد میں گزاری۔ وزیر آباد میں آپ نے ایک عظیم الشان دارالحدیث کی بنیاد رکھی۔ آپ نے اپنی زندگی میں ۸۰ مرتبہ صحاح ستہ پڑھا۔ آپ سے برصغیر کے ممتاز علمائے کرام نے استفادہ کیا۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری' مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی' مولانا فقیر اللہ مدراسی' مولانا محمد علی لکھوی' مولانا عبدالحمید سوہدروی' مولانا عبدالعزیز ابن مولانا غلام رسول آف قلعہ میہاں سنگھ والے' مولانا حافظ محمد گوندلوی' مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی' مولانا عبدالرحمٰن نظام آبادی اور مولانا محمد اسماعیل السلفی شامل ہیں۔ آپ نے ۱۶/ جولائی ۱۹۱۶ء/ ۱۶/ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ کو وزیر آباد میں انتقال کیا۔

نوٹ: حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی کے حالات زندگی حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ نے ''استاد پنجاب'' کے نام سے لکھے تھے۔ مولانا محمد ادریس فاروقی نے اس کتاب میں مناسب ترمیم و اضافہ کر کے اچھی گیٹ اپ کے ساتھ شائع کیا ہے۔

حضرت شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید (شہادت ۱۲۴۶ھ) کے اس مسابقت الی الجہاد وفوز بہ شہادت کے بعد دہلی میں حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی (م ۱۲۶۲ھ) کا فیضان جاری ہو گیا جن سے شیخ الکل سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۰۲ھ) مستفیض ہو کر دہلی ہی کی مسند حدیث پر متمکن ہوئے۔ اور ایک دنیا ان کی طرف اُمڈ آئی۔

حضرت شیخ الکل رحمتہ اللہ علیہ کا درس ۶۰ برس تک قائم رہا۔ ابتداء میں آپ تمام علوم پڑھاتے تھے مگر آخری زمانہ میں صرف حدیث وتفسیر پر کاربند رہے۔ میاں صاحب کے درس میں اندرون ہند کے علاوہ بیرون ملک ہر جگہ کے طالب علم تھے۔ جن میں بے شمار حضرات مسند تحدیث کے مالک بنے یعنی مسند حدیث پر رونق افروز ہو کر حدیث نبوی کی تعلیم دینے لگے۔۔ ان میں سے بعض شیوخ الحدیث نے حدیث کی خدمت میں اس حد تک حصہ لیا کہ ان کا تذکرہ رہتی دنیا تک (انشاء اللہ العزیز) باقی رہے گا۔ مثلاً:

السید عارف باللہ حضرت مولانا عبداللہ الغزنوی امرتسری' آپ کے صاحبزادہ السید الامام مولانا عبدالجبار غزنوی'' شیخ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیر آبادی' مولانا حافظ عبداللہ صاحب محدث غازی پوری' مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی صاحب عون المعبود فی شرح سنن ابی داوٗد' مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری صاحب تحفۃ الاحوذی فی شرح جامع الترمذی' مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی صاحب ''حسن البیان''[۱] مولانا شاہ عین الحق پھلواروی' مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی' مولانا محمد سعید صاحب محدث بنارسی بانی مدرسہ سعیدیہ بنارس' مولانا ابومحمد ابراہیم صاحب آروی بانی مدرسہ احمدیہ آرہ اور مولانا محمد بشیر سہسوانی رحمھم اللہ تعالیٰ[۲]۔

---

(۱) یہ کتاب ''حسن البیان'' پڑھنے کے لائق کتاب ہے' (۲) ان میں ایک ایک محدث اور عالم اپنی اپنی جگہ علم کا پہاڑ تھا۔ بے شک کہ سوانح حیات پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

مولانا عبدالحمید سوہدروی جب حضرت شیخ الکل کی خدمت میں جانے کے لئے تیار ہوئے تو استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) نے حضرت شیخ الکل مرحوم و مغفور کے نام ایک سفارشی خط دیا۔ شیخ نے لکھا:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

مزاج گرامی بخیر! عزیزم مولوی عبدالحمید سوہدروی آپ کے خدمت میں بغرض تعلیم حاضر ہو رہے ہیں۔ ان کی تعلیم کی طرف خاص توجہ فرمائیں۔ امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

حضرت شیخ الکل مرحوم و مغفور نے استاد پنجاب کا خط سن کر فرمایا۔

''برین خوان یغما چہ دشمن چہ دوست''(۱)

''یعنی الحمدللہ اس دستر خوان پر اپنے پرائے سب کا ایک جیسا بہترین خیال رکھا جاتا ہے''۔ یعنی فکر نہ کریں۔ ہم انشاءاللہ ان کا بھی اچھا خیال رکھیں گے۔

علامہ شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی کے حلقہ درس میں

علامہ شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ دہلی میں تکمیل تعلیم کے بعد اپنے گاؤں ڈیانواں میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کا شمار اپنے علاقے کے رؤسا میں ہوتا تھا۔ اور آپ کا کتب خانہ نایاب مطبوعہ اور قلمی کتابوں پر مشتمل تھا۔ اندرون ملک کے علاوہ بغداد، عمان اور نجد سے بھی طلباء آپ سے استفادہ کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔ حدیث میں آپ کا رتبہ بہت بلند تھا۔ تصانیف میں سنن ابی داؤد کی دو شرحیں لکھیں ایک غایۃ المقصود ۳۲ جلدوں میں، اور دوسری عون المعبود ۴ جلدوں میں۔ ۱۹/ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ/۲۱/ مارچ ۱۹۱۱ء کو آپ نے ڈیانواں میں انتقال کیا۔ مولانا عبدالحمید مرحوم سوہدروی نے بھی آپ سے حدیث میں سند و اجازت حاصل کی۔

(۱) الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۵۲ طبع دہلی

علامہ حسین بن محسن انصاری یمانی مقیم بھوپال کی خدمت میں

مولانا عبدالحمید سوہدروی ڈیانواں عظیم آباد سے بھوپال پہنچے اور بھوپال کے قیام کی بڑی غرض وغایت اور اس کا سب سے بڑا ثمرہ اور فائدہ شیخ حسین بن محسن انصاری یمانی (م ۱۳۲۷ھ) [1] کے درس حدیث میں شرکت اور ان سے استفادہ تھا۔ شیخ حسین بن محسن کا وجود اور ان کا درس حدیث ایک نعمت خداوندی تھا جس سے ہندوستان اس وقت بلاد مغرب ویمن کا ہمسر بنا ہوا تھا۔ اور اس نے ان جلیل القدر شیوخ الحدیث کی یاد تازہ کر دی تھی جو اپنے خداداد حافظہ، علوئے سند اور کتب حدیث ورجال پر عبور کامل کی بنا پر خود ایک زندہ کتب خانہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ شیخ حسین بیک واسطہ علامہ محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) صاحب "نیل الاوطار" کے شاگرد تھے اور ان کی سند حدیث بہت عالی اور قلیل الوسائط سمجھی جاتی تھی۔ یمن کے جلیل القدر اساتذہ حدیث کے تلمذ وصحبت یا غیر معمولی حافظہ جو اہل عرب کی خصوصیت چلی آ رہی تھی، سالہا سال تک کے درس وتدریس کے مشغلے اور طویل مزاولت اور ان یمنی خصوصیات کی بنا پر جن کی ایمان وحکمت کی شہادت احادیث میں موجود ہے حدیث کا فن گویا ان کے رگ وریشہ میں سرایت کر گیا تھا۔ اس کے دفتر ان کے سینہ میں سما گئے تھے (حضرت شیخ کو فتح الباری کی ۱۳ جلدیں اور ایک مقدمہ علیحدہ جلد میں ہے زبانی یاد تھیں) وہ ہندوستان آئے تو علماء وفضلاء (جن میں بہت سے صاحب درس وصاحب تصنیف تھے) نے پروانہ وار ہجوم کیا اور فن حدیث کی تکمیل کی۔ اور ان سے سند لی۔ تلامذہ میں حضرت نواب صدیق حسن خان، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا عبداللہ غازی پوری، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا سلامت اللہ جیراجپوری، نواب وقار نواز جنگ، مولانا وحید الزمان حیدر آبادی مترجم صحاح ستہ اردو بشمول مؤطا امام قابل

---

(۱) شیخ حسین بن محسن انصاری محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خان قنوجی رئیس بھوپال (م ۱۳۰۷ھ) کی تحریک پر یمن سے بھوپال آئے تھے اور حضرت نواب صاحب نے بھی آپ سے حدیث میں سند واجازت حاصل کی تھی۔ (عراقی)

ذکر ہیں۔

مولانا عبدالحمید سوہدروی مرحوم نے ان سے صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد اول سے آخر تک لفظ بہ لفظ پڑھیں اور خود ان کتابوں کی قرأت کی۔ نیز سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن دارمی، مشکوٰۃ اور موطا امام مالک کی سماعت کی۔ اساتذہ اور علمائے بھوپال کی ایک خصوصی مجلس میں شیخ حسین بن محسن انصاری نے آپ کو آخری سبق پڑھایا۔ اور سند فراغ دی اور تمام علوم میں آپ کو درس و تدریس کی تحریراً و تقریراً اجازت دی۔ یہ واقعہ ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء کا ہے۔

تکمیل تعلیم کے بعد

تکمیل تعلیم کے بعد واپس سوہدرہ تشریف لائے۔ اور مدرسہ حمیدیہ کے نام سے ایک دینی درسگاہ قائم کی۔ اندرونی طلباء کے علاوہ باہر کے طلباء بھی تھے۔ صرف، نحو، تفسیر اور حدیث کے اسباق پڑھائے جاتے تھے، طلباء کی گزر بسر کا کافی انتظام تھا۔ بیسیوں افراد نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ چند اہم نام یہ ہیں:

مولوی نظام الدین کھوروی[1]، حافظ محمد حیات، مولوی ابوالمحمود ہدایت اللہ، مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی، مولوی ابوالبشیر مراد علی کھوروی[2] (ساکنین سوہدرہ) اور مولوی

---

(۱) ملک بھوئے خاں مرحوم کے بڑے صاحبزادے تھے جو نہ صرف اپنے والد ہی کے نور نظر تھے۔ بلکہ تمام خاندان برادری بھر کے لئے مشعل ہدایت تھے۔

(۲) مولوی ابوالبشیر مراد علی کھوروی ککے زئی برادری کے ایک اہم فرد تھے۔ آپ کا شمار مولانا عبدالحمید کے ارشد تلامذہ میں ہوتا ہے۔ اور مولوی مراد علی صاحب کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے مکمل کتابیں مولانا عبدالحمید سے سبقاً پڑھیں۔ تکمیل تعلیم کے بعد برصغیر کے مختلف شہروں میں بسلسلہ روزگار مقیم رہے۔ اور آخر میں علی گڑھ کو اپنا مسکن بنایا۔ آپ عالم باعمل تھے۔ توحید و سنت کے جذبہ سے سرشار تھے۔ عبادت و ریاضت اور ذکر و اذکار کثرت سے کرتے تھے۔ تصنیف و تالیف کا بھی شوق تھا۔ سب سے پہلے ایک کتاب ''اذان اسلام'' لکھی۔ اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) کی مشہور کتاب الوسیلہ کا اردو ترجمہ کیا اور تیسری کتاب ارشاد السنہ ہے۔ یہ کتاب ''اعلام الموقعین عن رب العالمین'' از حافظ ابن القیم (م ۷۵۱ھ) کے ایک باب کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ تینوں کتابیں مطبوعہ ہیں۔ مولوی صاحب نے ۱۹۶۸ء میں سوہدرہ میں انتقال کیا۔

عبدالعزیز (خونی چک Khooni chak ضلع گجرات)

تبلیغ

قصبہ سوہدرہ اور نواح میں ممدوح کے والد بزرگوار حضرت مولانا غلام نبی الربانی مرحوم ومغفور نے توحید وسنت کی جو بنیاد رکھی تھی مولانا عبدالحمید مرحوم کو اس کے لئے زیادہ زحمت نہ کرنا پڑی۔

ان کی تبلیغی مساعی اور خوش کلامی سے پوری ککے زئی قوم نے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا اور اس کے ساتھ قصبہ سوہدرہ کی نواحی بستی تلواڑہ کے لوگ بھی حلقہ توحید وسنت میں شامل ہو گئے۔ مرحوم کے اخلاص وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ عورتوں میں وعظ کرتے' تو عمامہ کا شملہ منہ پر اوڑھ لیتے تھے کہیں خواتین پر نظر نہ پڑ جائے۔ عورتیں بڑی عقیدت سے ان کا وعظ سنتیں اور آپ وعظ کے خاتمہ پر یہ شعر عموماً پڑھتے۔

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

جذبہ دینی اس وقت موجزن ہوا جب آپ استاد پنجاب حافظ عبدالمنان صاحب محدّث وزیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے تحصیل حدیث کر کے سوہدرہ واپس آئے۔ آپ سے پہلے کا زمانہ سوہدرہ بھر کا وہ تاریک عہد تھا جس میں ایک معبود حقیقی کے پرستار اور موحد کہلوانے والے مسلمان یکسر قبروں اور خانقاہوں کے پجاری بنے بیٹھے تھے۔ جب مولانا عبدالحمید صاحب جامعہ منانیہ وزیرآباد سے پڑھ کر آئے تو دولت توحید اور جذبہ توحید سے اس حد تک مالا مال ہو کر لوٹے کہ سوہدرہ کی مسلم آبادی کے اکثر حصے عموماً اور قوم ککے زئی خصوصاً ان کی تبلیغی مساعی کی بدولت شرک سے نفور ہو کر توحید آشنا ہو گئی۔

مولوی امام خان نوشہروی لکھتے ہیں۔

''ایک روز نظام الدین مرحوم نے مسجد میں آمین پکار ہی دی۔ جس پر ہنگامہ تو کیا ہوتا کسی قدر رترا ترا س ہو گئی۔ مگر فائدہ یہ ہوا کہ اس روز سے مرحوم کا تمام خاندان

ان کا ہمنوا ہو گیا۔ کہ جس کے بعد محلّہ بھر نے اس کو اپنا استاد بنا لیا۔ مگر اس تمام اجر (اور خوشگوار انقلاب) کے مستحق وہی مولانا عبدالحمید سوہدروی مرحوم تھے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس شخص نے نیک راستہ تجویز کیا اس کو اپنا اور اس پر چلنے والوں کا سب کا اجر ملے گا۔ الحدیث......

(مولوی نظام الدین رسمی طور پر معمولی اردو خواں ہی نہ تھے بلکہ کاروباری مصروفیات کے باوجود انہوں نے کتب صحاح' ابن ماجہ' ترمذی' نسائی' ابوداؤد' مسلم وغیرہ مولانا عبدالحمید مرحوم سے سبقاً پڑھی تھیں اور یہی نور حدیث ان کی تابانیوں کا سبب بھی قرار پایا۔

مرحوم اپنی عمر کے ۳۰ سال گزرنے پر تپ دق میں ایسے گھرے کہ ۳۰/ دسمبر ۱۹۱۳ء کو ۳۰ سال لطف زیست حاصل کرنے کے بعد عین عالم شباب میں اپنے والد اور کنبہ اور قوم کو چھوڑ کر چلتے بنے''(۱)۔

حضرت مولانا غلام نبی الربانی مرحوم نے توحید و سنت کی جو پود لگا رکھی تھی' آپ نے اس کو خلوص کے پانی سے سینچا۔ اور توحید و سنت کی خوب اشاعت کی۔ شرک و بدعت کا قلع قمع کیا۔ اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے کہ اس علاقے میں غیر اسلامی رسومات کے ترک کروانے میں آپ کی مساعی کو بڑا دخل ہے۔

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے ککے زئی برادری نے آپ کی تبلیغ سے مسلک اہل حدیث اختیار کیا۔ چنانچہ آپ کی مساعی سے ککے زئی برادری نے ۱۸/ جمادی اول ۱۳۱۷ھ مطابق ۲۵/ ستمبر ۱۸۹۹ء کو یہ عہد و پیمان باندھا کہ وہ اپنی شادیوں' ولیموں کے ہر کام میں موافق حکم اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاربند ہوں گے۔ اور تمام رسومات غیر اسلامی کو ترک کر دیں گے۔ اس میں ۲۷ دفعات شامل تھیں۔ ککے زئی برادری کے ۱۵۰۔ احباب نے اس پر

---

(۱) (رسالہ ککے زئی (افغان) فروری ۱۹۲۵ء اقتباس مضمون بعنوان ''ملک نظام الدین مرحوم'' از ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی)

انگوٹھے یا دستخط ثبت کیے۔ اس حلف کے مطابق برادری نے جملہ رسومات شادی وغمی میں انتہائی سادگی اختیار کی جو ان علوی بزرگان دین کا بہت بڑا فیض ہے۔ (۱)

تصنیف

تصنیف میں عمدۃ الاحکام عن سید الانام (۲) کی شرح ''زبدۃ المرام'' لکھی۔ جو چھپ گئی تھی مگر دوبارہ شائع نہ ہونے کی وجہ سے نایاب ہے۔

وفات

مولانا عبدالحمید نے ۷/ جمادی الآخر ۱۳۳۰ھ ۲۴/ مئی ۱۹۱۲ء کو سوہدرہ میں انتقال کیا۔ عمر بہت تھوڑی پائی تھی۔ ابھی سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ مرحوم ہو گئے۔ ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے ۱۳۳۰ھ میں دنیا سے سدھار گئے۔

۳۰ سال کو ابتدائے عمر کے طبعی مشاغل میں تقسیم کیجئے تو عملی زندگی کے پانچ چھ سال سے زیادہ نہ آئیں گے مہلت ملتی تو دنیا میں نام پیدا کرتے۔

حضرت وحشت کلکتوی نے آپ کا قطعہ تاریخ وفات لکھا ؎

جہاں زماتم عبدالحمید گشتہ سیاہ
شکستہ شد کمر مولوی غلام نبی
زمانہ دیدہ کم و میگونہ صلح و تقوی را
ہمیشہ بودہ وش در رہ خدا طلبی

---

(۱) رسالہ ککے زئی سوشل ریفارمر جنوری ۱۹۰۵ء۔ رسالہ اصلاح القوم مطبوعہ اتم پرکاش پریس وزیرآباد۔ تاریخ ککے زئی از ابوالحمود ہدایت اللہ صفحہ ۲۵

(۲) عمدۃ الاحکام عن سید الانام شیخ تقی الدین ابی عبداللہ محمد بن عبدالغنی بن عبدالواحد بن سرور الجماعیلی المتوفی ۶۱۰ھ (اتحاف النبلاء نواب صدیق حسن) اور اس کا اردو ترجمہ آپ کے فرزند محترم مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ نے ''انتخاب صحیحین'' کے نام سے کیا۔ جو مسلمان کمپنی سوہدرہ کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ دو مرتبہ مولانا عبدالمجید سوہدروی نے شائع فرمایا۔ اور اس کے بعد ایک مرتبہ مولانا محمد ادریس فاروقی نے شائع کیا۔

زمان زندگی او تمام وقف شدہ
بہ اتباع طریق پیمبر عربی
چہ خودستم من تاریخ زحتش وحشت
بگفتار ہاتف عینی چراغ دین نبی ۱۳۳۰ھ

''مطلب یہ کہ حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات سے دنیا نے ماتم کیا۔آپ کی وفات سے آپ کے والد گرامی حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمتہ اللہ علیہ کی کمر ٹوٹ گئی۔زمانہ نے آپ کو کم گو' نیک اور متقی پایا۔آپ بہت بلند پایہ عالم اور بے حد پرہیز گار تھے۔''

آپ کی وفات پر آپ کے شاگرد رشید مولوی ابوالبشیر مراد علی کٹھوروی مرحوم نے ایک خواب دیکھا کہ ایک ایسا دیا ہے جو گلیوں میں خود بخود جل رہا ہے۔ایک ہوا کا جھونکا آیا اور وہ گُل ہو گیا۔آپ نے صبح جا کر اس خواب کا تذکرہ حضرت مولانا غلام نبی الربانی مرحوم سے کیا۔تو آپ نے اس خواب کی یہ تعبیر کی کہ اس بیماری میں مولوی عبدالحمید کا انتقال ہو جائے گا۔چنانچہ دو روز بعد مولانا عبدالحمید نے انتقال فرمایا۔حضرت مولانا غلام نبی الربانی مرحوم نے خود نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارا۔

مولانا عبدالحمید مرحوم زہد' تقویٰ' پرہیزگاری' اخلاص' للّٰہیت' کسر نفسی' غریب پروری میں نمونہ تھے اور اپنے عہد کے بے بدل عالم تھے۔بقول حضرت وحشت کلکتوی اپنے زمانہ کے مجدد تھے ؏

خدا بخشے بہت سے خوبیاں تھی مرنے والے میں

☆☆☆☆

(۳) حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

(م ۴/ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ/ ۶ نومبر ۱۹۵۹ء)

مولانا عبدالمجید خادم رحمۃ اللہ علیہ جنوری ۱۹۰۱ء/ ۱۳۸۱ھ میں سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی (م ۱۳۳۰ھ) کے بیٹے' مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی (م ۱۳۴۸ھ) کے پوتے اور استاذ الاساتذہ شیخ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدّث وزیرآبادی (م ۱۳۳۴ھ) کے نواسے تھے۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ نجیب الطرفین تھے۔ ۱۰ سال کے تھے کہ آپ کے والد مولانا عبدالحمید کا انتقال ہوگیا۔ اس لئے آپ کی پرورش آپ کے دادا مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ اور ابتدائی تعلیم بھی آپ نے انہیں سے حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی [1] (م ۱۳۷۵ھ) کے مدرسہ سے مروجہ علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی۔

---

(۱) مولانا حافظ محمد ابراہیم بن سیٹھ غلام قادر میر اپریل ۱۸۸۴ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ پہلے ایف اے تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد شیخ پنجاب حضرت مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیرآبادی' (م ۱۳۳۴ھ) اور محقق ومدقق حضرت مولانا غلام حسن سیالکوٹی (م ۱۳۳۶ھ) سے جملہ علوم وفنون میں تعلیم حاصل کی۔ آپ نے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ اور مولانا امرتسری کی تحریک اور کوششوں سے یہ قرارداد منظور ہوئی کہ برصغیر کے اہل حدیث حضرات پاکستان کی حمایت کریں۔ تصنیف وتالیف میں بھی آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ قادیانیت کی تردید میں آپ کی کتاب ''شہادۃ القرآن'' حرف آخر ہے۔ اور تفسیر قرآن کے سلسلہ میں سورہ فاتحہ کی تفسیر ''واضح البیان'' ایک ممتاز مقام کی حامل ہے۔ اردو میں اتنی بڑی بسیط تفسیر آج تک کسی عالم نے نہیں لکھی اور آپ کی مایہ ناز کتاب تاریخ اہل حدیث آپ کا علمی تبحر کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ اور سر ولیم ہنٹر کے اعتراضات کے جواب میں ''سیرۃ المصطفےٰ ﷺ'' لکھی۔ جس میں آپ نے ٹھوس دلائل سے ان اعتراضات کا جواب دیا۔ ۱۲/ جنوری ۱۹۵۶ء/ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ کو سیالکوٹ میں انتقال کیا۔ اللّٰھم اغفر لہٗ وارحمہٗ

بعد ازاں شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) حدیث میں سند واجازہ حاصل کیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد سیالکوٹ واپس تشریف لے گئے اور ایک دار الحدیث کی بنیاد رکھی اور ساتھ ہی ایک ماہانہ رسالہ ''الہادی''

تبلیغ و دعوت

مولانا عبدالمجید ۲۰/۱۸ سال کی عمر میں مروجہ درسیات سے فارغ ہوئے اور واپس سوہدرہ آ کر توحید و سنت کی اشاعت میں مشغول ہو گئے۔ اس سلسلہ میں آپ کو زیادہ زحمت نہ کرنا پڑی۔ اس لئے کہ آپ کے دادا محترم حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے قبل توحید و سنت کی زمین کو بہت زرخیز کر دیا تھا اور اس کی آبیاری میں آپ کو زیادہ محنت نہ کرنا پڑی۔

رسالہ مسلمان

تبلیغ کا ایک ذریعہ اخبار بھی ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار کو ذریعہ تبلیغ بنایا اور ۱۹۲۱ء میں آپ نے ''مسلمان'' کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا اور اس کے ساتھ ہی تبلیغی و دینی کتابوں کی اشاعت کے لئے ''مسلمان کمپنی'' کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا جس کے تحت بیسیوں کتابیں شائع کیں۔ ماہنامہ ''مسلمان'' ۱۹۳۸ء تک ماہانہ رہا۔ اس کے بعد اس کو ہفت روزہ کر دیا گیا۔

= کا اجراء کیا۔ جس دور میں اس رسالہ کا اجراء عمل میں آیا اس وقت پنجاب میں عیسائیت کا زور تھا۔ جس کی پشت مضبوط کرنے کا کام مسیحیت جدیدہ (قادیان) انجام دے رہی تھی۔ ان ہر دو کے لئے یہ رسالہ وقف تھا یہ رسالہ کچھ عرصہ جاری رہا مگر بعد میں بند ہو گیا۔ ۱۹۳۷ھ میں اس کا اجراء دوبارہ عمل میں آیا مگر ایک سال بعد پھر بند ہو گیا۔ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی' مولانا ثناء اللہ امرتسری کے رفقاء میں سے تھے اور ان ہی کی طرح مناظرانہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی فرقہ ہائے باطلہ (یعنی عیسائی' آریہ اور قادیانی وغیرہ) سے کئی مناظرے کئے۔ مقلدین احناف اور شیعوں سے بھی آپ کے مناظرے ہوئے اپنے مسلک کی ترقی اور ترویج میں بھی آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ آپ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس (قائم شدہ دسمبر ۱۹۰۶ء/۱۳۲۳ھ) کے بانیوں میں سے تھے۔ برصغیر کی ملی تحریکات میں بھی آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ جمعیۃ علمائے ہند سے بھی وابستہ رہے مگر متحدہ قومیت کے مسئلہ پر جمعیت علمائے ہند سے علیحدہ ہو گئے۔ تحریک پاکستان کے سلسلہ میں آپ نے بہت نمایاں خدمات انجام دیں ۱۹۱۹ء میں امرتسر کے خونی ڈرامہ کے بعد جب برصغیر کی تین بڑی سیاسی جماعتوں کانگریس' خلافت اور مسلم لیگ نے اجلاس کئے تو مولانا سیالکوٹی مرحوم نے مسلم لیگ کے اجلاس میں شرکت کی۔ اور ۱۹۲۶ء میں اہل حدیث کانفرنس جو کلکتہ میں آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔

علاقہ سوہدرہ کی وہ عظیم مسجد جو مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ کی مساعی سے تعمیر کے مراحل سے گزر رہی ہے۔ اس مسجد میں خدمت دین کا کام شروع ہو چکا ہے۔
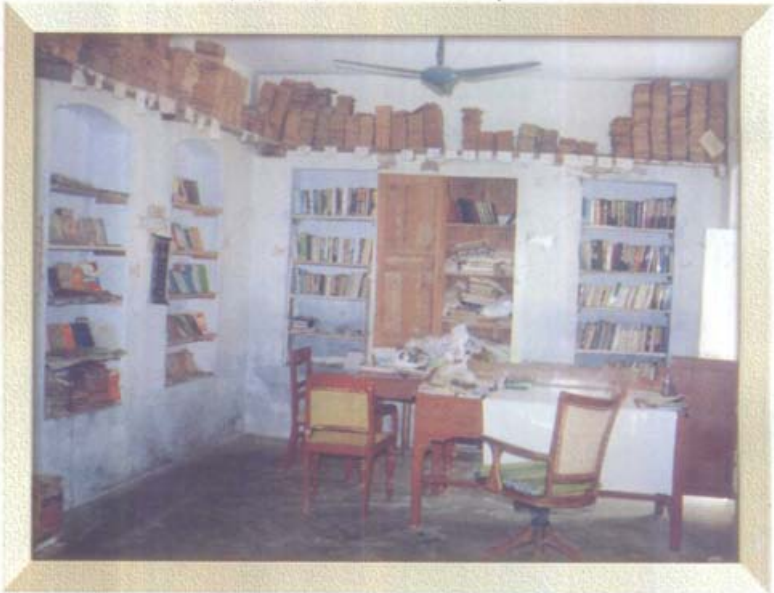
دفتر مسلمان کمپنی و جریدہ اہلحدیث و طبی میگزین "قوانین فطرت" کا اندرونی منظر آج کل یہاں مولانا محمد ادریس فاروقی کی نگرانی میں اشاعت کتب و رسائل کا کام ہو رہا ہے۔ تقبل اللہ مساعیہ

دفتر مجلّہ ضیائے حدیث دہلی ادارہ سوہدرہ کا دفتر' جسے مولانا محمد ادریس فاروقی مزید ترقی دینا چاہتے ہیں۔

دارہ مسجد ملکاں کی وہ جگہ جہاں اہل محلہ شرکیہ امور بجالاتے تھے۔ جنہیں بزرگان علوی نے ختم فرما کر اپنے جد اعلیٰ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت کو زندہ کر دیا۔

جریدہ اہلحدیث

جماعت اہل حدیث کا مقبول ترین اخبار شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ [1] (م ۱۳۶۷ھ) کا اخبار اہل حدیث امرتسر تھا۔ جو نومبر ۱۹۰۳ء میں جاری ہوا

(۱) مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ کا شمار ممتاز علمائے اہل حدیث میں ہوتا ہے۔ آپ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بیک وقت ان میں بہت سے خوبیاں جمع کردی تھیں۔ وہ مفسر تھے' متکلم تھے اور فن مناظرہ کے تو امام تھے۔ عیسائی' قادیانی' شیعہ' آریہ' منکرین سنت اور اہل بدعت' الغرض سبھی ان کے ساتھ مناظرہ کرنے سے گھبراتے تھے۔ مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ مشاہیر علماء میں سے تھے۔ علم و فضل' زہد و ورع' دیانت و امانت' راستبازی و حسن معاملگی میں نمونہ تھے فن تفسیر' ہو یا فن حدیث' فن منطق ہو یا فلسفہ' فن ادب ہو یا تاریخ' فن کلام ہو یا فن مناظرہ ہر فن میں امام کی حیثیت رکھتے تھے اور خطابت میں بھی اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ کا بیان علم و ادب اور متانت و سنجیدگی کا مرقع ہوتا تھا۔

قادیانیت کی تردید میں آپ خدمات بہت نمایاں ہیں۔ اور اس فرقہ باطلہ کے خلاف آپ نے جو تقریری و تحریری جہاد کیا اس کی مثال تاریخ میں کہیں نہیں مل سکتی۔ اور مرزا قادیانی سے ''آخری فیصلہ'' آپ کی خدمات جلیلہ کا زندہ ثبوت ہے۔ مولانا امرتسری نے برصغیر پاک و ہند کی قومی تحریکات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ایک صنادید میں سے تھے۔ جمعیۃ العلماء ہند' کانگریس اور مسلم لیگ سے بھی تعلق رہا۔ اور جماعت اہل حدیث کی ترقی و ترویج میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ تصنیف و تالیف میں بھی بہت سے علمائے کرام سے آگے تھے۔ مخالفین اسلام کے خلاف آپ کی کئی ایک تصانیف ہیں۔ تفسیر قرآن میں ایک اعلیٰ مقام کے حامل تھے۔ اردو میں تفسیر ثنائی اور عربی میں تفسیر القرآن بکلام الرحمان آپ کی نہایت عمدہ تفاسیر ہیں۔ قادیانیت کی تردید میں آپ نے جتنی کتابیں لکھیں' برصغیر میں کوئی عالم اتنی کتابیں نہیں لکھ سکا۔

حضرت مولانا ثناء اللہ جون ۱۸۴۸ھ میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مولانا احمد اللہ امرتسری (م ۱۳۳۶ھ) شیخ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) حضرت شیخ الکل سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی (م ۱۳۳۹ھ) اور مولانا احمد حسن کانپوری (م ۱۳۲۴ھ) سے استفادہ کیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد اشاعت اسلام کے لئے اخبار کو ذریعہ بنایا۔ ۱۹۰۰ء میں اخبار مسلمان جاری کیا اور ۱۹۰۳ء میں اخبار اہل حدیث جاری کیا جو اگست ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔

قیام پاکستان کے بعد امرتسر سے لاہور منتقل ہوئے۔ اور لاہور سے گوجرانوالہ تشریف لے آئے۔ اور فروری ۱۹۴۸ء میں مستقل طور پر سرگودھا میں سکونت اختیار کرلی۔ جہاں آپ نے ۸۰ سال کی عمر میں ۱۵/ مارچ ۱۹۴۸ء' ۳/ جمادی الاول ۱۳۶۷ھ کو انتقال کیا۔

اور اگست ۱۹۴۷ء تک برابر ۴۴ سال بڑی کامیابی سے جاری رہا۔ تقسیم ملک کے وقت یہ اخبار بند ہوگیا۔ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تجدید سوہدرہ سے کی۔ اور ۳۰/ شعبان المعظم ۱۳۶۸ھ/ یکم جون ۱۹۴۹ء کو "جریدہ اہل حدیث" جاری کیا۔ جو ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۵۹ء تک آپ کی ادارت میں شائع ہوتا رہا اور پھر آپ کے قریباً ایک سال بعد تک آپ کے بڑے صاحبزادہ مولانا حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ادارت میں حسب سابق دعوت و تبلیغ میں مصروف رہا۔[1] اور "مسلمان" دوبارہ ہفت روزہ سے ماہنامہ ہو گیا۔ جس کا آخری شمارہ اکتوبر ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔

سیاسی دلچسپی

مولانا عبدالمجید مرحوم ایک بلند نظر عالم' شعلہ نوا خطیب اور مانے ہوئے منتظم تھے۔ اعلیٰ پایہ کے ادیب اور صحافی تھے۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ آپ کا شمار برصغیر کے مقبول ترین خطباء اور اہل قلم میں ہوتا تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ مسائل کی تحقیق میں گہری نظر تھی۔ سیاسیات سے بھی اچھی دلچسپی رکھتے تھے ملکی اور عالمی خبروں پر آپ کی پوری نظر ہوتی تھی۔ آپ باقاعدگی سے متعدد اخبارات کا مطالعہ کرتے تھے۔ اہم خبروں پر سرخ نشان لگا لیتے تھے۔ اس وقت دو بڑی جماعتیں تھیں۔ ایک مسلم لیگ' دوسری کانگرس۔ آپ شروع میں کانگریس سے وابستہ رہے' بعد میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ اور تحریک پاکستان کے سلسلہ میں بھی آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

۳۸ سال تک صحافتی دنیا سے تعلق رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی سلسلہ جاری رہا۔ مولانا مرحوم ایک اعلیٰ پایہ کے طبیب بھی تھے اور طب کو ہی ذریعہ معاش بنایا۔

---

(۱) حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد آپ کے صاحبزادہ مولانا حافظ محمد یوسف علیہ الرحمۃ نے جریدہ اہل حدیث ۱۵ روزہ جاری کیا۔ جو ۲۵/ جمادی الاول ۱۳۸۰ھ' ۱۵/ نومبر ۱۹۶۰ء کو جاری ہوا اور ۶ ذیقعد ۱۳۸۲ھ' یکم اپریل ۱۹۶۳ء تک نہایت عمدگی سے اسلام کی اشاعت و ترویج میں مصروف رہا۔

طبی کارخانہ

طبی دواخانہ قائم کیا جس کا نام ''طبی کارخانہ'' رکھا۔ حتیٰ کہ یہ ادارہ پاک و ہند میں مشہور ہو گیا اور طب کی اشاعت کے لئے ۳۰ کے قریب طبی کتابیں لکھیں۔ اور ایک ماہنامہ ''طبی میگزین'' کے نام سے نکالتے رہے۔ جو بڑا جامع میگزین تھا۔

وفات

حضرت مولانا عبدالمجید مرحوم اگست ۱۹۵۸ء میں ذیابیطس کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ علاج معالجہ ہوتا رہا مگر افاقہ نہ ہوا۔ علاج کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھے۔ جہاں آپ نے ۶/ نومبر ۱۹۵۹ء ۴/ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ کو انتقال کیا۔ آپ کی نعش سوہدرہ لائی گئی۔ آپ کے گرامی قدر صاحبزادہ مولانا حافظ محمد یوسف رحمتہ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو آپ کے جد امجد حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمتہ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

قومی و ملی خدمات

حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدری رحمتہ اللہ علیہ کی قومی و ملی خدمات بھی قابل قدر ہیں۔ شروع میں کانگرس سے وابستہ رہے مگر جب کانگرس نے اپنی ہندو نواز پالیسی پر زیادہ زور دینا اور مسلمانوں کو در پردہ نقصان پہنچانا شروع کر دیا تو بہت سے مسلمان زعمائے کرام نے کانگرس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ آپ نے بھی مسلم لیگ میں شمولیت اختیار فرمالی۔ مسلم لیگ میں شامل ہونے کے بعد آپ نے تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اور تحریک پاکستان کے حق میں اخبار مسلمان میں بیشتر مضامین لکھے۔ اور قریہ قریہ جا کر عوام کو تحریک پاکستان سے روشناس کرایا اور انقلاب آفریں تقاریر کے ذریعے ان میں اک روح پھونک دی۔

ذاتی حالات

سراپا

مولانا عبدالمجید سوہدروی کا قد میانہ و مناسب، جسم دوہرا، رنگ کھلتا ہوا گندمی مائل بہ سپیدی، ناک ستوان، آنکھیں بڑی، مجموعی حیثیت سے سراپا بڑا دلکش تھا۔ بدن بہت گندھا ہوا اور مضبوط اور اعصاب طاقتور تھے۔ ساری عمر علمی مشاغل اور دماغی کاموں میں گزری تھی۔ طبیعت میں استقلال اور عزم تھا۔ جسمانی مشقت خوب کرتے تھے۔ خوبرو، فرخندہ رو، صحت مند اور بڑے چاق و چوبند تھے۔ گلی بازار میں آرام سے چلتے۔ مگر جب اپنی زمین میں جاتے تو بہت تیز چلتے۔

لباس

لباس سادہ مگر صاف ستھرا زیب تن کرتے تھے۔ شلوار، قمیض، شیروانی اور ترکی ٹوپی پہنتے تھے۔ پگڑی کا استعمال بھی کرتے تھے اور موسم گرما میں تہمد بھی استعمال کر لیتے تھے۔ جب آپ باہر تشریف لے جاتے تو اچھے لباس میں ہوتے۔ جس میں آپ بہت جچتے تھے۔

کھانا

کھانے کا اچھا ذوق تھا۔ البتہ کوئی خاص اہتمام نہ تھا۔ جیسا مل جاتا کھا لیتے۔ لیکن آپ کے گھر میں کھانا معیاری اور بہت خوش ذائقہ پکتا تھا۔ موسمی پھلوں کے خصوصاً آم کے بہت شوقین تھیں۔ خوش خوراک تھے۔ اور خوراک خوب سیر ہو کر کھاتے تھے۔

سادگی اور نفاست

آپ طبعاً سادہ اور تکلفات سے مبرا تھے۔ آپ کو صاف ستھری زندگی پسند تھی۔ تکلفات ان کے ذوق کے خلاف تھے۔ اس لئے بقدر ضرورت لیکن بہت صاف ستھرا، اچھا اور معیاری سامان رکھتے تھے۔

فضائل واخلاق

فضائل واخلاق کا پیکر تھے۔ حلم وعفو' متانت وسنجیدگی' تواضع وانکساری ان کے صحیفۂ اخلاق کے جلی عنوانات تھے۔ طبعاً بڑے نرم خو اور متحمل مزاج تھے۔ البتہ ناجائز اور ناگوار بات سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ اور غصہ آتا تو چہرے کے تغیر تک محدود رہتا۔ اور اگر ضرورت پڑتی تو ڈانٹ بھی پلا دیتے۔ اور منہ پر بات کر دیتے تھے۔ غیبت' چغلی قطعاً ناپسند تھی۔ اگر کسی سے سیاسی یا علمی اختلاف ہوتا تو زبان سے اظہار نرم الفاظ میں کرتے' سختی اور درشتی ان کے مزاج کے خلاف تھی۔ بڑے مدبر' نباض' عالی ظرف' عالی دماغ' اور خوش خصال تھے۔ لوگ انہیں اوصاف وکمالات کی وجہ سے آپ کا نہایت احترام کرتے تھے۔

متانت وکم سخنی

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ کام کے دھنی تھے۔ گفتگو مطلب کی کرتے تھے۔ ان کی مجلس بڑی دلچسپ ہوتی تھی کہ ہر ذہن کا آدمی اس سے لطف اٹھاتا تھا اور ان کی مجلس سے اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

اعتماد وحسن ظن

باہمی محبت' حسن ظن اور اعتماد ان کا اصول زندگی تھا' ان کا قول تھا کہ میں ہر شخص کو اچھا سمجھتا ہوں جب تک وہ اپنے آپ کو برا ثابت نہ کرے۔ محبت' اعتماد اور احترام میرا دستور العمل ہے۔ چنانچہ جب سے میں نے یہ اصول اپنایا اس وقت سے مجھے زندگی کے ہر موڑ میں کامیابی ہوئی ہے۔ آپ ساتھیوں کو بھی باہمی احترام ومحبت اور حسن ظنی کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔

ذوق مطالعہ

آپ کو شروع ہی سے کتب بینی اور مطالعہ کا شوق تھا۔ آپ سفر میں بھی مطالعہ میں مصروف رہتے اور مطالعہ کے لئے جو پروگرام بنایا ہوا ہوتا کبھی بھی اس کے خلاف نہیں کرتے تھے۔ اور جو کتاب پڑھتے بڑے انہماک سے پڑھتے۔ اور جا بجا کتاب پر حواشی اور

نوٹ لکھتے تھے۔آپ مذہب اور تاریخ و جغرافیہ اور معلومات عامہ کا گنجینہ تھے۔علاوہ ازیں ملکی بلکہ عالمی سیاست پر پوری نظر رکھتے تھے۔پاک و ہند کے اخبار زیر مطالعہ رکھتے تھے۔ اخبارات کے مطالعہ پر زیادہ وقت نہیں لگاتے تھے۔بس کام کی خبریں دیکھتے تھے۔

درس وتدریس کا ذوق

آپ نے تکمیل تعلیم کے بعد اسلام کی اشاعت کے لئے زبانی وعظ وتذکیر کے علاوہ اخبار کو ذریعہ بنایا اور ملک بھر میں جگہ جگہ درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ہمارے محلّہ میں ملک عنائت اللہ عراقی مرحوم کے گھر کئی سال صبح کے وقت آپ نے قرآن وحدیث کا درس دیا۔اس درس میں آپ نے قرآن مجید اور حدیث کی کتابوں میں مشکوٰۃ المصابیح' ریاض الصالحین' ترمذی اور نسائی کا درس دیا۔اس کے بعد دوبارہ قرآن مجید کا درس شروع کیا کہ آپ بیمار ہوگئے اور یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔آپ کا درس بڑا شاندار اور جاندار ہوتا تھا جس میں کافی حاضری ہوتی تھی۔مردوں کا کمرہ الگ تھا عورتوں کا الگ۔لوگ آپ کے درس کے منتظر ہوتے تھے۔

معمولات

حضرت مولانا عبدالمجید رحمتہ اللہ علیہ بڑے لوگوں کی طرح معمولات کے پابند تھے۔ان کا معمول عموماً یہ تھا کہ نماز فجر کے بعد اپنی زمین پر چلے جاتے اور وہاں دوتین گھنٹے کام کرتے۔اس کے بعد واپس آکر درس دیتے۔9 بجے فارغ ہوتے' ناشتہ کرتے اور اس کے بعد ظہر تک دفتر میں کام کرتے۔ظہر کی نماز کے بعد دوبارہ دفتر میں عصر تک کام کرتے اور عصر کی نماز کے بعد پھر زمین پر چلے جاتے اور مغرب کے قریب واپس آتے۔اور کھانا کھانے کے بعد عشاء کی نماز تک مطالعہ میں مصروف رہتے۔ظہر' عصر یا مغرب کی نماز کے بعد تقریباً پندرہ بیس منٹ نمازیوں میں مجلس جم جاتی۔اس سے لوگوں کی بے حد بالیدگی ہوتی۔جس سے عوام بڑا لطف اٹھاتے۔

معاصرین اور احباب

آپ کے کاموں کا دائرہ بڑا وسیع تھا۔ علم و ادب، مذہب و سیاست، تعلیم و تدریس، تصنیف و تالیف بیرونی عوامی جلسے غرض ہر میدان میں آپ کے کارنامے ہیں۔ اس لئے ان کے تعلقات کا دائرہ بھی بہت وسیع تھا۔ ان کے ممتاز معاصرین میں مشکل ہی سے کوئی ایسا شخص ہوگا جس سے ان کے تعلقات نہ رہے ہوں آپ کے ہر مکتب فکر اور ہر لائن کے بڑے لوگوں سے روابط تھے۔ ان سب کا ذکر دشوار بھی ہے اور غیر ضروری بھی۔ اس لئے یہاں صرف خاص ان لوگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ جن سے آپ کے تعلقات بہت زیادہ تھے۔

علماء و اصحاب علم و فضل سے روابط

علماء میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی ؒ، مولانا محمد اسمٰعیل السلفی ؒ، مولانا احمد الدین گکھڑوی ؒ، مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی، مولانا احمد علی لاہوری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ، مولانا قاضی سلیمان منصور پوری، مولانا نور حسین گھرجاکھی ؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ، مولانا ابراہیم سیالکوٹی ؒ، مولانا میر محمد بھانبڑی ؒ، مولانا حنیف ندوی ؒ مولانا عطاء اللہ حنیف، سید عنایت اللہ شاہ بخاری، مولانا صمصام، حافظ اسماعیل روپڑی وغیرہم سے خاص تعلقات تھے۔

احباب خاص

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے آپ کے تعلقات کا دائرہ بہت وسیع تھا البتہ قصبہ سوہدرہ میں احباب خاص صرف چند تھے۔ اور ان احباب میں بزرگ بھی شامل تھے۔ اور آپ کے ہم عمر بھی اور آپ سے چھوٹے بھی۔ مثلاً:

ملک نیاز علی عراقی، ملک نواب خان نوشہروی، ملک حاجی محمد حسین، ملک عبدالغنی ولد ملک تاج الدین، ملک غازی محمد بشیر، ملک کرامت اللہ انور، ملک حاجی عبدالکریم، مولوی ابوالمحمود ہدایت اللہ، مولوی حاکم الدین، ملک رحمت اللہ، ملک حافظ محمد یعقوب، ملک غلام باری

"ملک عبداللہ کھنڈ والا" ملک عبداللہ دکاندار' ملک عبدالرحمن نمک والے' ملک مراد علی' ملک عبداللہ خان عراقی ٹھیکہ دار' حکیم عنایت اللہ نسیم' ملک مراد علی' ملک عبدالحق' ملک امام خاں نوشہروی' حکیم عبداللہ خاں نصر رحمھم اللہ۔ ان کے علاوہ محلّہ ارائیاں' محلّہ چوہدریاں' محلّہ معماراں' محلّہ قاضیاں' محلّہ تیلیاں' محلّہ اعواناں اور بیلے کے علاقہ کے خاص خاص لوگ آپ کے عقیدت مند اور جانثار اور بڑے اچھے ملنے والے تھے۔ ان سب کے صرف نام ہی لکھے جائیں تو کئی صفحات درکار ہیں۔

تصنیف و تالیف

ہمیشہ سے کتب کو علم کی روشنی پھیلانے کا بہترین ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ آپ نے کتب تصنیف فرما کر اسلام کی خدمت میں نمایاں کردار اختیار فرمایا۔ آپ نے عوام و خواص' مردوں' عورتوں' بچوں' بڑوں غرض سب کے لیے کتابیں لکھیں۔ اور تقریباً ہر موضوع پر لکھیں۔ جو بہت پسند کی گئیں۔ آپ کی چند کتابیں یادگار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مثلاً رہبر کامل' بچوں کے لیے حدیث کی کتابیں' سیرت الائمہ' سیرت عائشہ صدیقہ' سیرت فاطمۃ الزہراء' دولت مند صحابہ' سیرت آزاد' استاد پنجاب' سیرت ثنائی' تفسیر سورہ فاتحہ' ہندو شعراء کا نعتیہ کلام وغیرہ۔

علاوہ ازیں آپ اپنے وقت کے بہترین طبیب بھی تھے۔ چنانچہ آپ نے مختلف طبی موضوعات پر متعدد کتب تصنیف فرما کر ملک و قوم کی بہترین خدمت سرانجام دی۔ آپ کی طبی کتابوں کو بھی قبول عام حاصل ہوا۔ جن میں پانچ ہزار مجربات' عورتوں کا حکیم' جیبی حکیم' انمول حکیم' دیہاتی حکیم' اسراری نسخے' گھریلو نسخے' آسان نسخے' حیوانی نسخے' خواص بادیاں' اکسیری مجربات وغیرہ کتب بہت مشہور و متداول ہوئیں۔

آپ کی تصانیف ایک نظر میں

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی علیہ الرحمۃ کی تصانیف دو حصوں میں منقسم ہیں۔ اسلامی کتب اور طبی کتب۔ اسلامی کتب کی تعداد ۲۲۔ اور طبی کتب کی تعداد ۴۲ ہے۔ یہ کل

تعداد ۶۴ بنتی ہے۔

اسلامی کتب

(۱) راہبر کامل (صفحات ۳۰۴)

اس کتاب کا نام ہادی السبل المعروف راہبر کامل ہے یہ کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر ہے اس کتاب میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع سیرت ایک انوکھے انداز میں پیش کی گئی ہے یہ مولانا مرحوم کی مقبول ترین تصنیف ہے اور اس کے اب تک ۱۳۔ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اس کا ایڈیشن اول ۱۵ مئی ۱۹۴۷ء اور دوسرا ایڈیشن ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۸ء تیسرا ایڈیشن ۱۵ جون ۱۹۵۰ء چوتھا ایڈیشن ۱۵ مئی ۱۹۵۵ء پانچواں ایڈیشن ۱۵ فروری ۱۹۸۳ء کو آپ کے حقیقی پوتے مولانا محمد ادریس فاروقی نے شائع کیا۔ اس کے بعد موصوف نے ۱۹۸۴ تا ۲۰۰۱ بقایا ایڈیشن شائع کئے۔ اور اب آپ نے رہبر کامل کی تخریج وتبویب کر کے بڑا کارنامہ سرانجام دیا۔ جس سے کتاب کی حیثیت بہت بڑھ گئی ہے۔ اب آپ نے بڑی خوبصورت گیٹ اپ کے ساتھ طبع کرائی ہے۔

اس کتاب کا بغائر جائزہ لینے کے لئے اس کا پرانے ایڈیشن سے تقابل کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا صوری ومعنوی حسن کس قدر دوبالا ہوا ہے۔ اس کتاب کو کامل اور مفید ترین بنانے کے لئے اس کے تبلیغ، تعلیم، اصلاح اور صورت مبارکہ کے چار عنوانات میں ناگزیر اضافہ ہوا ہے۔ اور کمال یہ کہ اس اضافے جوڑ دکھائی نہیں دیتا اور یہ کام مولانا ادریس فاروقی صاحب نے خود کیا ہے۔ بے شک اب یہ معیاری کتاب بن چکی ہے۔ کتب سیرت کی کوئی لائبریری "رہبر کامل" کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔

یہ کتاب انیس ۱۹ ابواب پر مشتمل ہے۔ شروع میں دیباچہ ہے۔ جس میں سیرت کے موضوع کا مختصر سا تعارف ہے۔

مولانا مرحوم اپنی اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت تک سیرت نبوی سے متعلق بیسیوں نہیں بلکہ سینکڑوں کتابیں پاک و ہند میں چھپ چکی

ہیں۔ مگر جس رنگ میں یہ سیرت پیش کی جا رہی ہے یقیناً اس طرز کی کوئی کتاب آپ کی نظر سے نہ گزری ہوگی۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی دنیا میں وہ فرد کامل اور انسان اکمل ہوئے ہیں کہ ان کی نظیر نہ آج تک کوئی پیدا ہوئی ہے نہ آئندہ پیدا ہوگی .... کسی قوم کا ہادی، کسی قوم کا رہنما اور پیشوا ایسا نہیں ہوا جو انسانی زندگی کا ایک لائحہ عمل ان کے سامنے رکھ سکے۔ اور اپنی زندگی کو اپنی اور اپنی قوم کے تمام افراد کے لیے بطور نمونہ پیش کر سکے۔ یہ فخر صرف اسی قدسی صفات ذات گرامی کو حاصل ہے جو تمام دنیا کے لیے یکساں رہبر اور مرشد و ہادی بن کر آیا۔ اور جس کے متعلق خود مالک الملک نے فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا (سبا : ۲۸)

اس کتاب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بیٹے کی حیثیت میں
۲۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک شوہر کی حیثیت میں
۳۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک باپ کی حیثیت میں
۴۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مبلغ کی حیثیت میں
۵۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جرنیل کی حیثیت میں
۶۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک فاتح کی حیثیت میں
۷۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک بادشاہ کی حیثیت میں
۸۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک زاہد کی حیثیت میں
۹۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک عابد کی حیثیت میں
۱۰۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جج کی حیثیت میں
۱۱۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک طبیب کی حیثیت میں

۱۲۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سخی کی حیثیت میں

۱۳۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک شہری کی حیثیت میں

۱۴۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک پیر کی حیثیت میں

۱۵۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک پروفیسر کی حیثیت میں

۱۶۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک خوش ذوق کی حیثیت میں

۱۷۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک تاجر کی حیثیت میں

۱۸۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مصلح کی حیثیت میں

۱۹۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ

باب اٹھارہ میں مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

اعلیٰ درجے کا مصلح وہی ہوسکتا ہے جو صحیح معنوں میں قوم کا نبض شناس ہو اس کے حالات اور مزاج سے واقف ہو۔اور آہستہ آہستہ مزاج کے موافق ہی اصلاح کرتا چلا جائے' چنانچہ یہ خوبی بدرجہ اتم حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھی۔ بارھواں ایڈیشن (ص ۲۸۵)

(اور لکھتے ہیں کہ)آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں تحمل اور بردباری قدرت نے ودیعت کر رکھی تھی جس کی وجہ سے چور پاسبان بن گئے۔ظالم اور سنگ دل' عادل اور رحم دل بن گئے۔ بت پرست مشرک' خدا پرست اور موحد بن گئے۔غیر مہذب' مہذب اور متمدن بن گئے۔راہزن اور ڈاکو نگہبان اور محافظ بن گئے۔

(۲) دولت مند صحابہ۔(صفحات ۸۸)

مولانا عبدالمجید رحمتہ اللہ علیہ ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۲ء سوہدرہ سے منتقل ہوگئے۔اور اچھرہ لاہور میں سکونت اختیار کی تھی او ہفت روزہ مسلمان بھی سوہدرہ سے لاہور منتقل ہوگیا۔قیام لاہور کے دوران ۱۹۴۰ء میں مولانا مرحوم نے انٹر کالجیئیٹ مسلم برادرہڈ کے زیر اہتمام مسجد شاہ چراغ لاہور میں دولت مند صحابہ کے عنوان سے لیکچرز دیئے تھے یہ لیکچرز بعد میں کتابی

صورت میں شائع ہوئے میرے سامنے اس کا تیسرا ایڈیشن ہے جو ۱۹۷۳ء میں شائع کیا گیا۔

شروع میں اسلام اور دولت کے عنوان سے ایک مقالہ ہے جس میں دین اور دنیا' فقر سے پناہ' اکتساب زر کی ترغیب' دولت کی اہمیت وضرورت کے عنوانات کے تحت سیر حاصل بحث کی گئی اور اس کے بعد ۲۴ صحابہ کرام' ۱۴ تابعین عظام ۵۔ امہات المومنین اور ۹ دولت مند علماء وفضلاء کے مختصر حالات پیش کیے گئے ہیں۔ اور صحابہ کرام' تابعین عظام کے پاس جو دولت تھی اس کا تخمینہ بھی کیا گیا ہے۔ حضرت زبیرؓ بن العوام کے حالات میں مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

> ''آپ نے انتقال فرمایا تو ۲۲ لاکھ روپیہ قرض نکلا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ عموماً اپنا مال آپ کے پاس جمع کر جاتے تھے لیکن آپ احتیاط کے طور پر سب سے کہہ دیتے کہ امانت نہیں' بلکہ قرض کی حیثیت سے لیتا ہوں۔ چنانچہ ہوتے ہوتے اس طرح ۲۲ لاکھ روپے کے مقروض ہو گئے۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہؓ غیر منقولہ جائیداد کا کچھ حصہ (موالی مدینہ) سے فروخت کر دیا گیا جس سے ۵ کروڑ ۲ لاکھ روپیہ ملا۔ اس سے سب سے پہلے آپ کا قرض ادا کیا گیا اور چار سال تک مسلسل موسم حج میں اعلان ہوتا رہا کہ زبیر رضی اللہ عنہ پر جس کا قرض ہو آ کر لے لے۔ صدقہ اور خیرات اور دادو دہش کے بعد آپ کی وراثت میں جو نقد مال نکلا اس کی تعداد ۳ کروڑ ۹۲ لاکھ روپے تھی جو آپ کی چار بیویوں اور ۱۸ بیٹوں میں تقسیم ہوئی''۔

(۳) سیرت عائشہ صدیقہؓ (صفحات ۱۱۲)

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کتاب حضرت عائشہ صدیقہؓ بنت ابی بکر صدیق زوجہ محترمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات سے متعلق ہے۔ اس میں آپ کی سوانح حیات واقعہ افک' فضائل وشمائل اور آپ کے علمی تبحر پر سیر حاصل بحث ہے۔ جنگ جمل

جو حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان ہوئی تھی اس کی تفصیل ہے۔ آخر میں احادیث' آثار' اقوال اور صحابہ و تابعین' شیعہ علما اور کفار اور مشرکین کے اقوال درج ہیں' جو انہوں نے آپ کی فضیلت اور منقبت میں بیان کئے۔ بطور نمونہ کچھ ارشادات و اقوال ملاحظہ ہوں:

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ هَذا جِبْرِيلُ يُقْرِئُكِ السَّلَامُ (بخاری مسلم)

''اے عائشہؓ یہ جبرئیل ہیں جو آپ کو سلام کہتے ہیں''۔

(۲) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

حضرت عائشہ علم حدیث اور علم الانساب میں سب سے بڑھ کر تھیں۔

(۳) امام زہری رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے:

اگر تمام انسانوں کا علم اکٹھا کیا جائے تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سے بھاری رہے گا۔

(۴) بدرالحسین اصفہانی نے کہا:

حضرت عائشہؓ کا علم سب پر فائق تھا مسلمانوں کے تمام گروہ ان کے علوم سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ حدیث تاریخ اور سیرت میں انہوں نے جان ڈال دی ہے۔

(۵) ڈاکٹر برنالڈ جے ماؤنٹ کہتا ہے:

۵۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر پیغمبر اسلام کی چھوٹی بیوی (عائشہ) نہ ہوتیں تو مسلمانوں کے پاس اپنے رسول کی سوانح عمری اور حدیث مکمل نہ ہوتی۔ اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی یہ بیوی بہت ذہین' عقل مند' مطیع سنت اور مفسر قرآن تھیں اور بڑے بڑے نامور عالم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ (عائشہ ص ۱۰۲'۱۰۹'۱۱۰'۱۱۱)

(۴) سیرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا (صفحات ۱۲۸)

یہ کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی والدہ ماجدہ کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔اس کتاب میں حضرت فاطمہ ؓ کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث ہے۔

دیباچہ میں مولانا مرحوم لکھتے ہیں:

''یہ کتاب سیرۃ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہ کے نام سے آپ کے ہاتھوں کی زینت ہے۔اس لئے یہ سبقاً سبقاً لکھی گئی ہے تاکہ ہماری بہنیں اور بیٹیاں حضرت فاطمہ ؓ کے ہر عمل پر غور کریں اور درس لیں ۔سیدہ محترمہ کا ہر کام' ہر طریقہ' ہر بات دختران اسلام کے لئے مشعل راہ اور رہنما ہے۔اگر ان کی پوری پوری پیروی کی جائے تو ہماری بگڑی بن سکتی ہے اور ہماری زندگیاں جنت کا نمونہ ہوسکتی ہیں''۔(ص ۸)

(۵) تاریخ المشاہیر جلد دوم المعروف سیرۃ الائمہ (صفحات ۳۰۴)

تاریخ مشاہیر جلد اول مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری [1] رحمتہ

---

(۱) مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کی ذات محتاج تعارف نہیں۔آپ کا شمار اکابرین علمائے اہل حدیث میں ہوتا ہے۔آپ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ ''رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے۔یہ کتاب ہادیٔ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر ہے۔اور بقول علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) قاضی صاحب مرحوم و مغفور کی یہ خوش قسمتی کیا کم ہے کہ ان کے مرنے کے بعد بھی ان کے قلم کا خیر جاری ہے۔اور قاضی صاحب مرحوم نے کاغذ کے صفحات پر اخلاص و نیاز کے ساتھ جو گلکاریاں کی ہیں اس کی بہار ہمیشہ قائم رہے گی۔اور اس کی خوشبو ایمان کے مشام جان کو ہمیشہ معطر کرتی رہے گی۔

قاضی صاحب مرحوم و مغفور اکابر علمائے اہل حدیث کے جملہ صفات کے حامل تھے۔مولانا سید عبداللہ الغزنوی (م ۱۲۹۸ھ) کا زہد' مولانا غلام رسول آپ قلعہ میاں سنگھ (م ۱۲۹۱ھ) کا جذبۂ تبلیغ' مولانا سید عبدالجبار غزنوی (م ۱۳۳۱ھ) کا ورع و تقویٰ' شیخ پنجاب حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) کی وسعت علم' مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) کی معاملہ فہمی' مولانا شاہ عین الحق پھلواروی (م ۱۳۶۳ھ) کی شیفتگئی سنت' اور مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی (م ۱۳۱۲ھ) کا جذبہ اتباع سنت' یہ سب صفات علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کی ذات اقدس میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔قاضی صاحب نے ۱۹۳۰ء/۱۳۴۹ھ میں انتقال فرمایا۔

اللہ علیہ مصنف ''رحمۃ للعالمین'' کی تصنیف ہے جس میں تقریباً اکابرین اسلام کے حالات ہیں ان اکابرین میں آئمہ کرام صوفیائے عظام' حکمائے اسلام اور شعرائے کرام شامل ہیں۔

قاضی صاحب مرحوم و مغفور نے پہلے یہ حالات و سوانح اخبار ''وکیل'' امرتسر میں شائع کرائے تھے۔ بعد میں کتابی شکل میں مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم نے تاریخ المشاہیر جلد اول کے نام سے مسلمان کمپنی سوہدرہ کی طرف سے شائع کی۔ اس کتاب میں بہت سے آئمہ کرام کے حالات رہ گئے تھے مگر قاضی صاحب کو موت نے مہلت نہ دی اور کام ادھورا رہ گیا۔ مولانا عبدالمجید مرحوم کو قاضی سے ایک خاص تعلق تھا چنانچہ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ کے کہنے پر حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور باقی ماندہ آئمہ کرام کے حالات تاریخ المشاہر جلد دوم کے نام سے مرتب کر کے شائع کئے۔ اس میں ۱۶۔ آئمہ دین کے حالات شامل ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

امام ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ) امام مالک (م ۱۷۹ھ) امام شافعی (م ۲۰۴ھ)

امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) امام محمد بن حسن شیبانی (م ۱۷۹ھ) امام ابویوسف

(م ۱۷۲ھ) امام بویطی (م ۲۳۱ھ) امام یحیٰی العاقل (م ۲۲۴ھ) امام عبدری (م ۵۲۰ھ) امام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) امام جبائی (م ۲۳۷ھ)

امام غزالی (م ۵۰۵ھ) امام سفیان ثوری (م ۹۹ھ) امام رازی (م ۶۰۶ھ) امام ابوزکریا (م ۲۳۳ھ) امام کورانی (م ۸۹۳ھ)

مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں کہ ۱۶۔ آئمہ کرام رحمھم اللہ کے پاکیزہ حالات آپ کو کتاب و سنت کا دیوانہ بنا ئیں گے اور عناد و افتراق اور اختلاف کی وہ کھوکھلی عمارت بھی مسمار کر دیں گے جو مقلدین اور مبتدعین (اہل بدعت) نے دین و ملت کو کمزور کرنے کے لئے تعمیر کر رکھی ہے۔ (ص ۶)

شروع میں مقدمہ ہے جو ۷ صفحہ سے ۴۲ تک محیط ہے یہ مقدمہ مولانا مرحوم کے علمی تبحر کا بیّن ثبوت ہے۔اس مقدمہ میں منصب امامت' شرائط امامت' آئمہ کرام کا مذہب' فقہ کی ضرورت' اہل الرائے کا ظہور' کتاب وسنت سے روگردانی کا انجام اور مسئلہ تقلید پر علمی بحث کی گئی ہے۔اور تقلید شخصی سے متعلق بہت سے علمائے احناف کے اقوال درج کیے ہیں جن سب کا خلاصہ یہ ہے کہ آئمہ اربعہ کے مذاہب میں سے کوئی مذہب اپنے اوپر فرض واجب کر لینا انسان پر لازم نہیں۔نہ تقلید و جمود کوئی شرعی حکم ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے سب ائمہ کرام رحمھم اللہ قرآن وسنت کے متبع تھے اور ہمیں بھی محض قرآن وسنت کے اتباع کی تعلیم دیتے رہے۔

(۶) سیرت حضرت امام حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ (صفحات ۳۲)

فقہی مسلک چار ہیں' حنفی' مالکی' شافعی اور حنبلی' فقہ حنفی امام ابوحنیفہؒ سے چلتی ہے۔ آپ کا نام نعمان بن ثابت ہے۔امام ابوحنیفہ ۸۰ھ کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں بحالت اسیری بغداد میں انتقال فرمایا۔فقہ میں امام صاحب کا رتبہ بہت بلند تھا اور امام صاحب اہل الرائے کے سب سے بڑے امام تھے۔اس مختصر رسالہ میں امام صاحب کے حالات زندگی' آپ کا مسلک اور آپ کی فقاہت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔حضرت امام صاحب کے حالات پر عربی میں تو بہت کتابیں ہیں اردو میں علامہ شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) نے ''سیرۃ النعمان'' لکھی تھی۔ یہ عجیب کتاب تھی جس میں حضرت امام صاحب کی سیرت کم بیان کی گئی مگر حدیث پر زیادہ تنقید کی گئی[1]۔مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم نے اس مختصر رسالہ میں امام صاحب کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے آخر میں یہ شعر درج کیا

---

(۱) مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی (م ۱۳۳۶ھ) نے سیرۃ النعمان کے جواب میں ''حسن البیان'' لکھی جس میں علامہ شبلی نعمانی کی طرف سے دیئے گئے اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا۔حسن البیان علمی اور تحقیقی مواد پر مشتمل ہے اور حضرت مصنف مرحوم کے علمی تبحر کا ثبوت ہے۔ یہ کتاب اہل حدیث اکیڈمی لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔(عراقی)

گیا ہے۔

بوحنیفہ زاد اندر سال نیک
سال رحلت ہست لعل بے بہا

۸۰ھ ۱۵۰ھ

(۷) سیرت مولانا ابوالکلام آزاد (صفحات ۱۹۲)

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ آپ کا شمار دنیا کے چوٹی کے سیاستدانوں میں ہوتا تھا۔ برصغیر کی آزادی کے سلسلہ میں آپ نے جوگراں قدر خدمات انجام دیں وہ تاریخ کا ایک سنہری حصہ ہیں۔ برصغیر کے بڑے بڑے سیاستدان ان کے سامنے طفل مکتب تھے۔ مولانا مرحوم نے جو اسلامی اور علمی خدمات سرانجام دی ہیں ان سے بھی تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔ تصنیف و تالیف میں آپ نے جوگراں قدر علمی کتابیں لکھی ہیں وہ ہمارے لئے سرمایہ صد افتخار ہیں۔ ترجمان القرآن، غبار خاطر، تذکرہ، شہادت حسینؓ اور ''انسانیت موت کے دروازے پر'' آپ کی بہترین تصانیف اور علمی شاہکار ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے ۲۲/فروری ۱۹۵۹ء کو دہلی میں انتقال فرمایا۔ حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت آزاد کے نام سے مولانا ابوالکلام آزاد کی سوانح عمری لکھی۔ جس میں آپ کے حالات زندگی علمی و سیاسی خدمات پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

اور یہاں آپ اس بات سے بھی آگاہ ہوتے جائیں کہ مولانا ابوالکلام عقیدۃً اہل حدیث تھے۔ غیر مقلد تھے۔ تقلید کو قطعاً پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ کی اکثر تصانیف میں تقلید کی مذمت کی ہے۔ اور عالمانہ و محققانہ انداز میں اس کی تردید کی ہے۔''

حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کا اختتام اس شعر پر کیا ہے۔

بدل آزاد کا مشکل سے ہو گا ہم نشیں پیدا

نہیں ہوتا سدا اس شان کا در ثمین پیدا

یہ کتاب اب چوتھی بار نہایت خوبصورت اور مفصل چھپی ہے۔آپ کے پوتے مولانا محمد ادریس فاروقی مہتمم مسلم پبلی کیشنز نے اپنے ادارے کے تحت چھپوا کر ہر اعتبار سے خوبصورت روپ دے کر اسے چار چاند لگا دیئے ہیں۔اس کے شروع میں حضرت مولانا سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اور آخر میں مولانا ابوالکلام کے گراں قدر مقالات دے دیئے ہیں۔

(۸) استاد پنجاب (صفحات ۱۵۰)

پہلا ایڈیشن خود حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ نے اور دوسرا ایڈیشن آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے شائع فرمایا۔تیسرا ایڈیشن حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ کے بڑے صاحبزادے مولانا محمد ادریس فاروقی نے حال ہی میں شائع فرمایا ہے۔جو پہلے سے بہت خوبصورت اور جامع ہے۔

استاد پنجاب شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۴ھ) کی مختصر سوانح حیات ہے۔استاد پنجاب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلوی (م ۱۳۰۲ء) کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔دہلی میں تکمیل تعلیم کے بعد کچھ عرصہ حضرت عارف باللہ مولانا السید عبداللہ الغزنوی (م ۱۲۹۸ھ) کے پاس امرتسر میں مقیم رہے۔مگر اس کے بعد وزیر آباد آ کر ایک دارالحدیث کی بنیاد رکھی۔اس دارالحدیث سے برصغیر کے ممتاز علمائے کرام نے اکتساب فیض کیا۔اور یہاں چندان حضرات کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا شہرہ از قاف تا بہ قاف پہنچا۔

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ مدیر اخبار اہل حدیث' (مفسر ومحدث) و صاحب تفسیر القرآن بکلام الرحمان' مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی صاحب تفسیر واضح البیان و شہادۃ القرآن' مولانا فقیر اللہ مدراسی' مولانا حکیم عبدالرحمان شاہ پوری' مولانا عبدالحمید سوہدروی' مولانا عبدالقادر قصوری' مولانا محمد علی لکھوی' شیخ احمد مشقی' شیخ علی بن......

نجدی، شیخ اسماعیل یمنی، مولانا عبدالعزیز مرشد آبادی اور مولانا محمد اسماعیل السلفی گوجرانوالہ۔

شیخ پنجاب حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ فن حدیث میں اپنے معاصرین پر فائق و برتر تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ۸۰ مرتبہ صحاح ستہ پڑھایا۔ آپ کی اس علمی خدمت کا اعتراف آپ کے استاد حضرت شیخ الکل مرحوم ومغفور نے بھی کیا۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حافظ صاحب کے نواسہ تھے۔ آپ نے "استاد پنجاب" کے نام سے حضرت شیخ پنجاب کے حالات زندگی جو جس قدر دستیاب ہو سکتے تھے بڑی محنت سے یکجا کر کے لکھے ہیں۔ اس کتاب میں آپ کی علمی خدمات اور تلامذہ کی فہرست کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ کتاب بہت دلچسپ اور پر از معلومات ہے۔

حضرت مولانا شیخ پنجاب عبدالمنان محدث وزیر آبادی نے ۱۲/ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ، ۱۶/ جولائی ۱۹۱۶ء کو وزیر آباد میں انتقال کیا اور سیالکوٹ روڈ نزد پرانی چونگی کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

آپ کے حالات زندگی پر مختلف احباب نے قلم اٹھایا۔ آپ پر لکھی جانے والی پہلی کتاب مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی۔ اس کا نام "استاد پنجاب" ہے۔ علاوہ ازیں مولانا سلطان احمد نتوی نے پنجابی نظم میں "حسن البیان" لکھی۔ پھر پروفیسر منیر سلفی صاحب نے "حافظ عبدالمنان وزیر آبادی" کے نام سے کتاب تصنیف کی۔ ابھی حال ہی میں بندہ نے آپ کی سیرت وسوانح پر کتاب نام "حافظ عبدالمنان وزیر آبادی" تالیف کی۔ جس میں خاص طور پر آپ کے اساتذہ و معاصرین پر روشنی ڈالی۔

(۹) سیرت ثنائی (صفحات ۴۱۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بیک وقت ان میں بہت سی خوبیاں جمع کر دی تھیں۔ وہ ایک جید عالم

تھے' مفسر تھے' محدث تھے' فقیہ تھے' مدرس تھے' مصنف تھے' مقرر تھے' متکلم تھے' مفتی تھے' صحافی تھے' ادیب تھے' مؤرخ تھے اور فن مناظرہ کے تو امام تھے۔ عیسائی' قادیانی' آریہ' بریلوی' اہل بدعت' منکرین حدیث اور نیچری سب ان کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے۔ شیخ الاسلام مفسر قرآن حضرت مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گوناگوں حیثیات سے مسلک اہل حدیث اور جماعت اہل حدیث کو بہت فائدہ پہنچایا۔ یہ جماعت اہل حدیث کی خوش قسمتی تھی کہ اس کو آپ جیسا وسیع المعلومات' وسیع النظر اور وسیع المطالعہ عالم اور فعال وسرگرم مبلغ ومناذل گیا۔ جس نے اپنی تصنیفات' مضامین اور تحریروں سے جماعت اہل حدیث اور تحریک اہل حدیث میں ایسی زبردست انرجی اور طاقت بھردی کہ ہندوستان کے بڑے بڑے مذاہب اس کی ٹکر سے ہل گئے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ مشاہیر علماء میں سے تھے۔ علم وفضل میں' زہد و ورع میں' دیانت وامانت میں' راستبازی وحسن معاملگی میں نمونہ تھے۔ فن تفسیر ہو یا فن حدیث' فن منطق ہو یا فلسفہ' فن ادب ہو یا تاریخ' فن کلام ہو یا فن مناظرہ آپ ہر فن میں امام کی حیثیت سے نظر آتے تھے۔ ذہانت اور خطابت میں اپنی نظیر آپ تھے۔

آپ پوری نصف صدی تک ہر اس قوت کے سامنے سینہ سپر رہے جو اسلام' شارح اسلام اور مبلغین اسلام پر حملہ آور ہوتی رہی۔ اور بقول علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا' اس کے حملے کو روکنے کے لئے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا۔ قادیانیت کی تردید اور اس فرقہ باطلہ کی بیخ کنی میں آپ کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ اس فرقہ باطلہ کے خلاف آپ نے جو تحریری اور تقریری جہاد کیا اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ اور مرزا قادیانی سے ''آخری فیصلہ'' آپ کی خدمات جلیلہ کا ایک زندہ ثبوت ہے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر کی ملکی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے بانیوں میں سے تھے۔ جمعیۃ العلماء ہند' کانگریس'

خلافت اور مسلم لیگ سے بھی تعلق رہا۔

تصنیف و تالیف میں بھی آپ بہت سے علمائے کرام سے آگے تھے۔ آپ کی تصانیف کی مجموعی تعداد (۱۶۰) ہے۔ آپ نے ہر موضوع پر قلم اٹھایا اور حق تصنیف ادا کیا۔ آپ نے جن موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے۔ تفاسیر قرآن مجید و معلقاتہ' تردید عیسائیت' تردید آریہ' تردید قادیانیت' تردید مقلدین حمایت اہل حدیث' تنقیدی کتب' عامہ المسلمین اور اسلامی کتب' علمی و ادبی تصانیف۔

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری جامع اور ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے۔ ۱۵/ مارچ ۱۹۴۸ء' ۳/ جمادی الاول ۱۳۶۷ھ کو سرگودھا میں انتقال کیا۔

مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ نے ''سیرت ثنائی'' کے نام سے حضرت مولانا امرتسری کی سوانح حیات لکھی ہے۔ اس میں آپ نے ان کی علمی و ادبی خدمات کا تذکرہ' مناظروں کی تفصیل' آپ کی تصانیف کا ذکر اور جماعت اہل حدیث کی ترقی و ترویج میں آپ کی خدمات اور مساعی کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے حواشی میں آپ کے ہم عصر ۴۰ علمائے کرام کے مختصر حالات بھی لکھے ہیں۔ اس موضوع پر پاک و ہند میں کتب اور بھی شائع ہوئیں مگر یہ کتاب حضرت مولانا ثناء اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی سیرت و سوانح پر سب سے بہتر' سب سے جامع اور سب سے زیادہ معلوماتی کتاب ہے۔ اس کتاب کا شمار مولانا سوہدروی کی بہترین تصنیفات میں ہوتا ہے۔

آپ کے بعد آپ کے سبط الرشید مولانا محمد ادریس فاروقی نے ''سیرت ثنائی'' دو بار طبع کروائی۔ پہلی بار ۸۹ء میں' دوسری بار میں ۲۰۰۱ء میں طبع زیور طباعت سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آئی۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ جو اہم باتیں پہلے ایڈیشنوں میں رہ گئی تھیں وہ اس میں درج کر دی گئی ہیں مثلاً اس میں مختلف عنوانات مقرر کر دیئے ہیں جبکہ یہ پہلے نہیں تھے۔ اس کتاب کے شروع میں مشاہیر کی آراء دے دی ہیں جبکہ پہلے ایڈیشنوں میں نہیں تھیں۔ اس میں ایک نہایت اہم باب ''آپ کی تصانیف'' کا اضافہ کیا گیا ہے۔ کتاب میں بے

شک اس باب کی کمی تھی جو بحمد اللہ پوری ہوگئی ہے۔اب ''سیرت ثنائی'' بہرصورت تکمیل بردوش ہے۔

مولانا محمد ادریس فاروقی نے ''سیرت ثنائی'' میں ایک خوشگوار اضافہ کیا۔اور اس میں جابجا علمی' تاریخی اور معلوماتی فٹ نوٹ (Foot Note) دیئے' جو بہت وقیع ہیں۔ ہفتہ روزہ الاعتصام میں ان پر بہت اچھا تبصرہ آیا تھا۔

(۱۰) داستان مرزا (صفحات ۱۱۲)

قادیانی تحریک سے متعلق علمائے اہل حدیث نے جوگراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں وہ تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔اور ملک کے نامور اہل قلم نے ان کا اعتراف کیا ہے۔علمائے اہل حدیث نے مرزا قادیانی اور ان کے بعد قادیانی امت کو زیر کیا۔اس باب میں مولانا محمد بشیر سہسوانی ؒ مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری' مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی سرفہرست تھے۔لیکن جس شخصیت کو علماء اہل حدیث نے فاتح قادیاں کا لقب دیا وہ مولانا ثناء اللہ امرتسری تھے۔انہوں نے مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو لوہے کے چنے چبوائے۔اپنی زندگی ان کے تعاقب میں گزاری۔ان کی بدولت قادیانی جماعت کا پھیلاؤ رک گیا۔مرزا صاحب نے تنگ آ کرانہیں خط لکھا۔کہ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا ہے اور صبر کرتا رہا ہوں اگر میں کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ آپ لکھتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ورنہ آپ سنت اللہ کے مطابق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔خدا آپ کو نابود کر دے گا۔خداوند تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مفسد اور کذاب کو صادق کی زندگی میں اٹھائے (خط مورخہ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء)

اس خط کے ایک سال ایک ماہ اور ۱۲ دن بعد مرزا صاحب لاہور میں اپنے میزبان کے بیت الخلاء میں دم توڑ گئے۔اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۵/ مارچ ۱۹۴۸ء کو یعنی اس سے تقریباً چالیس سال بعد سرگودھا میں رحلت فرمائی۔ان کے علاوہ مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی' مولانا عبداللہ معمار' مولانا محمد شریف گھڑیالوی' مولانا

عبدالرحیم لکھوا لے' مولانا حافظ عبداللہ روپڑی' مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی' شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ' مولانا محمد حنیف ندوی' مولوی حبیب اللہ امرتسری' مولانا سید محمد داؤد غزنوی' مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری اور مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمھم اللہ نے قادیانی امت کو ہر دینی محاذ پر خوار کیا۔

قادیانی امت کے بانی مرزا غلام احمد ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ ۲۰ سال کی عمر میں ۱۸۶۴ء میں اپنے والد کی پنشن کی رقم چرا کر سیالکوٹ کچہری میں ملازمت اختیار کر لی۔ ۱۸۶۸ء میں مختاری امتحان میں بیٹھے لیکن فیل ہو گئے۔ اور بعد میں ''نبوت'' کے امتحان میں پاس ہو گئے۔ ۱۸۷۷ء میں مذہبی اسٹیج پر نمودار ہوئے۔ ۱۸۸۴ء میں مجدد ہو گئے۔ ۱۸۸۹ء میں ایک باقاعدہ تنظیم کی بنیاد رکھی۔ ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہو گئے۔ ۱۸۹۲ء میں مہدی موعود بن گئے۔ اور ۱۹۰۱ء میں باقاعدہ ''نبی'' ہو گئے۔ ۱۹۰۷ء میں مولانا امرتسری کو ''آخری فیصلہ'' کے نام سے خط لکھا۔ اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں بیت الخلاء میں دم توڑ گئے۔

مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ نے ''داستان مرزا'' کے نام سے جو کتاب لکھی اس میں قادیانی مذہب اور ان کے عقائد پر انوکھے اور دلچسپ انداز میں بحث کی ہے اور سوال و جواب کی صورت میں قادیانی عقائد' ان کے مذہب کی تفصیل' مرزا قادیانی کے ''ارشادات'' کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

مرزا قادیانی انگریزی استعمار کی پیداوار تھے۔ اور انگریزوں نے اپنی عیاری اور مکاری سے اپنی مطلب براری کے لئے مرزا قادیانی کا انتخاب کیا تھا۔ اور مرزا قادیانی نے اپنی پوری زندگی انگریز حکومت کی اطاعت و فرمانبرداری میں بسر کی۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کہتے ہیں:

''میری عمر کا اکثر حصہ سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے اور میں نے جہاد کی ممانعت اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں

اور اشتہار تقسیم کیے' اگر وہ سب اکٹھے ہو جائیں تو پچاس الماریاں بھر جائیں''۔

(تریاق القلوب ص)

(۱۱) انتخاب صحیحین (صفحات ۱۶۸)

یہ کتاب عمدۃ الاحکام[1] از علامہ حافظ عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی سرور المقدسی الجماعیلی الدمشقی الحنبلی (م ۶۰۰ھ) کا اردو ترجمہ ہے۔ اور اس کے ساتھ بعض بعض مشکل مقامات کی توضیح ہے۔ علامہ عبدالغنی ۵۴۱ھ میں پیدا ہوئے۔ تحصیل علم کے لئے بغداد' موصل' ہمدان اور مصر کا سفر اختیار کیا۔ اپنے وقت کے فاضل علمائے کرام سے استفادہ کیا۔ علم حدیث میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ حافظہ نہایت قوی تھا۔ علمائے عصر نے آپ کے علمی تبحر کو تسلیم کیا ہے۔ آپ صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ مؤرخ ابن خلکان اور امام ذہبی نے آپ کی جلالت علمی' زہد و ورع' تقویٰ و طہارت اور علم و فضل کا اعتراف کیا ہے۔

حافظ عبدالغنی مقدسی نے ۵۹ سال کی عمر میں ۲۲ ربیع الاول ۶۰۰ھ کو انتقال کیا۔

''عمدۃ الاحکام'' میں بخاری و مسلم سے احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے اور اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ کتاب الطہارۃ' کتاب الصلوٰۃ' کتاب الزکوٰۃ' کتاب الصیام' کتاب الحج' کتاب البیوع' کتاب النکاح سے متعلق احادیث درج کی گئی ہیں۔

(۱۲) حدیث کی پہلی تا چوتھی کتاب (کل صفحات ۳۹۲)

ان چاروں کتابوں میں منتخب احادیث کا ترجمہ و تشریح پیش کی گئی ہے۔ اور ترجمہ و تشریح کی زبان عام فہم ہے۔ حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب کو علمائے کرام نے بنظر استحسان دیکھا ہے۔ مولانا مرحوم نے ہر حدیث حوالہ سے نقل کی ہے۔ اس کے بعد اس کا ترجمہ کیا ہے اور اس کے ساتھ تشریح و تفصیل بھی بیان کی ہے۔

حدیث کی پہلی کتاب صفحات (۸۰) احادیث (۲۸)

---

(۱) عمدۃ الاحکام کی عربی شرح زبدۃ المرام مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۰ھ) نے لکھی تھی جو چھپ گئی تھی اب نایاب ہے۔ (عراقی)

حدیث کی دوسری کتاب صفحات (۸۰) احادیث (۲۹ تا ۵۷)

حدیث کی تیسری کتاب صفحات (۱۰۴) احادیث ۵۸ تا ۸۱)

حدیث کی چوتھی کتاب صفحات (۱۲۸) احادیث (۸۲ تا ۱۳۵)

احادیث کا یہ سلسلہ ہر مسلمان کو پڑھنا چاہئے اور اپنے بچوں کو بھی اس مطالعہ کرنا چاہئے۔ یہ چاروں کتابیں مسلمان کمپنی سوہدرہ کے زیر اہتمام شائع ہوئیں۔(۱)

(۱۳) شرح اربعین نووی (صفحات ۹۶)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ' نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا گیا کہ فقیہ کے لئے کس قدر علم کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص دینی مسائل میں چالیس احادیث میری امت سے حفظ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو فقیہ بنا دے گا۔ میں قیامت کے دن اس کے لئے شفاعت کروں گا اور شہادت بھی دوں گا۔ (مشکوۃ ج ا ص ۳۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس ارشاد مبارک کی روشنی میں اکثر محدثین کرام نے ۴۰ حدیثوں کے مجموعے مرتب کرنے کی جانب اعتنا کیا۔ اور اس نوعیت پر بے شمار اربعینات مرتب فرمائیں۔ اربعینات بھی کتب حدیث کی ایک مشہور قسم ہے۔

علمائے کرام نے مختلف اغراض و مقاصد کے تحت اربعینات مرتب کی ہیں۔ بعض نے توحید و صفات الٰہی کی چالیس حدیثوں کو جمع کیا۔ بعض نے اصول و مہمات دین کی روایات اکٹھی کیں۔ بعض نے جہاد کی۔ بعض نے زہد و مواعظ اور بعض نے آداب و اخلاق اور فضائل اعمال وغیرہ پر ۴۰ احادیث جمع کیں۔

---

(۱) یہ بچوں کے لئے مفید سلسلۂ کتب ہے۔ یہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ گوجرانوالہ کی طرف سے طبع ہوئی ہے۔ مولانا محمد ادریس فاروقی نے اس پر بڑا کام کیا ہے آپ نے چاروں حصوں کی تخریج کی ہے۔ اور احادیث کے عنوانات دے دیئے ہیں۔ اور ترتیب و تزئین بھی کی ہے جس سے کتاب کی شان دو چند ہوگی ہے۔ حدیث کی چوتھی کتاب حضرت مولانا عبدالمجید سوہدری مکمل نہ فرما سکے تھے اس کتاب کو آپ کے صاحبزادہ حضرت المحترم حافظ محمد یوسف صاحب نے مکمل فرمایا۔ اب اس کا نام رکھا ہے ''پیارے نبی کی پیاری باتیں۔''

شیخ الاسلام امام نوویؒ (م ۶۷۶ء) نے جو اربعین مرتب کی اس میں مندرجہ بالا تمام امور کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ امام نوویؒ ۶۳۱ھ میں ملک شام کے ایک گاؤں نوا میں پیدا ہوئے۔ اس گاؤں کی مناسبت سے (Nawawi) نووی کہلائے۔ ہوش سنبھالا تو وقت کے جید علماء کرام سے تعلیم حاصل کی اور مزید تعلیم کے لئے مختلف بلاد اسلامیہ کا سفر اختیار کیا۔ ارباب سیر و تذکرہ نگاروں نے آپ کے حفظ وضبط' عدالت وثقاہت کا اعتراف کیا ہے۔ علم حدیث اور اس کے متعلقات سے غیر معمولی شغف تھا۔ اسی بنا پر علمائے طبقات و تراجم نے ان کو حدیث میں ماہر فن اور امام تسلیم کیا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تصانیف کثیرہ تھے ان کی تمام تصنیفات عمدہ' مفید اور بلند پایہ تسلیم کی گئی ہیں۔ صحیح مسلم کی شرح علامہ نووی کی سب سے اہم اور شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی کتاب ''ریاض الصالحین'' جو ترغیب وترھیب اور زہد وریاضت نفس سے متعلق صحیح حدیثوں کا جامع اور شاندار مجموعہ ہے۔ معتبر اور مفید ہونے کی وجہ سے اس کو بڑی شہرت نصیب ہوئی۔ اربعین نووی ان کی بہترین تصنیف ہے۔ اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

وَهِيَ أَرْبَعُوْنَ حَدِيْثًا مُشْتَمِلَةً عَلٰى جَمِيْعِ ذٰلِكَ وَكُلُّ حَدِيْثٍ مِنْهَا قَاعِدَةٌ عَظِيْمَةٌ مِنْ قَوَاعِدِ الدِّيْنِ.

''یہ چالیس احادیث ان سب امور کو شامل ہیں جو دین سے تعلق رکھتے ہیں اور ان میں سے ہر ہر حدیث دین کے کسی عظیم الشان قاعدہ پر مبنی ہے''۔

''اربعین نووی'' کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس کی بے شمار شرحیں لکھی گئی ہیں۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے ''تذکرۃ المحدثین''[1] میں اس کی ۲۱ شروح کا ذکر کیا ہے۔ علمائے اہل حدیث نے بھی اربعینات مرتب کی ہیں۔ جو تعداد میں کافی ہیں۔

مولانا سید نواب صدیق حسن خاں مرحوم' مولانا سید اولاد حسن قنوجی مرحوم' مولانا محی

(۱) تذکرۃ المحدثین ج ۲ ص ۲۹۹ طبع اعظم گڑھ

الدین لکھوی، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مرحوم، مولانا محمد جونا گڑھی، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی مرحوم، مولانا خواجہ عبدالحی مرحوم اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی مرحوم نے اربعین مرتب کیں۔[1] ان کے علاوہ اور علماء بھی ہیں جنہوں نے اربعین ترتیب دیں۔ مثلاً مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی، مولانا محمد رفیق پسروری، مولانا حافظ محمد یوسف سوہدروی، مولانا محمد ادریس فاروقی سوہدروی، مولانا محمد سلیمان سکھر مولانا نورحسین گھرجاکھی وغیرھم۔ مولانا نورحسین گھرجاکھی کی صرف ختم نبوت پر الگ اربعین بھی ہے۔

حضرت مولانا عبدالمجید خادم رحمۃ اللہ علیہ نے ''اربعین نووی'' کی اردو میں تشریح کی ہے۔ عربی حدیث کے ساتھ پہلے ترجمہ کیا ہے۔ اس کے بعد اس کی تشریح و تفصیل لکھی ہے۔ مثلاً:

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُهٗ مَا لَا یَعْنِیْهِ (ترمذی)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کی خوبی یہ ہے کہ وہ غیر مفید اور بے کار امور چھوڑ دے''۔

مولانا اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں:

''جب کوئی آدمی مسلمان بن جاتا ہے یعنی کفر چھوڑ کر اسلام میں آ جاتا ہے تو اس میں یہ خوبی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ لغویات سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے اور بے معنی ولایعنی باتیں چھوڑ دیتا ہے۔ برعکس اس کے جب آپ دیکھیں کہ کوئی مسلمان مسلمان ہونے کے باوجود لغویات میں مبتلا ہے اور لایعنی امور میں دل لگائے بیٹھا ہے تو سمجھ لیجئے کہ سچا مسلمان نہیں ہے۔ اور ابھی اسلام سے کوسوں دور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے اوصاف میں سے یہ ایک وصف بیان فرمایا ہے یا بالفاظ دیگر یوں سمجھ لیجئے کہ ہمیں سمجھایا ہے تمہیں ایسا ہونا چاہئے اور یہ وصف اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے۔''[2]

(۱) ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات ص ۷۴ طبع لاہور۔ (۲) اربعین نووی ص ۳۲

(۱۴) شرح اربعین ابراہیمی (صفحات ۲۷)

امام العصر حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۲/ جنوری ۱۹۵۶ء) کا شمار ممتاز علماء اہل حدیث میں ہوتا ہے۔ آپ ایک بلند پایہ خطیب' شعلہ نوا مقرر' سحر طراز ادیب' مانے ہوئے مناظر' ممتاز محقق اور پر جوش قومی کارکن تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی جماعت اہل حدیث کی ترقی و ترویج میں گزاری۔ جماعت کے بڑھنے' چڑھنے اور پھیلنے میں آپ کا بہت ہاتھ ہے۔ آپ کو مسلک توحید و سنت سے بہت محبت تھی۔ آپ اس مسلک کی نشر و اشاعت میں شب و روز مصروف رہے۔ اور آپ نے اس مسلک کی ترویج و ترقی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ آپ کی مسلکی بلند پایہ خدمات کا زندہ ثبوت آپ کی بلند پایہ تصنیف "تاریخ اہل حدیث" ہے۔ جو بعض جہتوں سے منفرد درجہ رکھتی ہے۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی ۱۸۷۴ء میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے آپ کے والد سیٹھ غلام قادر کا شمار سیالکوٹ کے رؤسا میں ہوتا تھا۔ ایف۔ اے تک کالج میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد دینی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت شیخ پنجاب استاذ الاساتذہ مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی (م ۱۳۳۴ھ) کی خدمت میں حاضر ہو کر جملہ علوم و فنون کی تکمیل کی۔ وزیر آباد سے دہلی پہنچے اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) سے حدیث میں سند اجازت حاصل کی۔

حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹ رحمتہ اللہ علیہ مشہور مناظر بھی تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں سینکڑوں مناظرے کئے۔ آپ علم کا سمندر تھے۔ جس فرقہ کی طرف سے چیلنج ہوتا' فوراً قبول کر لیتے۔ آپ قلم کے بھی دھنی تھے۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۷۰ کے قریب ہے۔ ان کی ہر کتاب ایک دوسری سے بڑھ کر ہے۔ اور علمی لحاظ سے ایک خاص مقام کی حامل ہے۔ آپ نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر "واضح البیان" کے نام سے لکھی۔ اتنی بسیط جامع اور مستند تفسیر آج تک نہیں لکھی گئی۔ قادیانیت کی تردید میں آپ کی کتاب "شہادۃ

القرآن'' ایک لاجواب کتاب ہے' جو دو جلدوں میں ہے۔ قادیانی مصنف آج تک اس کتاب کا جواب نہیں دے سکے۔

یہ کتاب بہت پسند کی گئی۔ اسے مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے بھی شائع کیا۔ اس میں قرآن مجید کے حوالوں سے مسئلہ رفع عیسیٰ علیہ السلام کو اتنی عمدگی سے بیان کیا گیا ہے کہ اس سے بہتر کوئی بیان نہ کر سکا۔

علاوہ ازیں ''تاریخ اہل حدیث'' آپ کی بہترین علمی کتاب ہے۔ جس میں مسلک اہل حدیث کی تاریخ' تاریخ تدوین حدیث پر محققانہ تبصرہ اور بہت سے آئمہ دین کے جامع حالات ہیں۔

تحریک آزادی ملک میں بھی مولانا سیالکوٹی کا ایک خاص مقام ہے' ۱۹۱۹ء کے سالانہ اجلاس مسلم لیگ امرتسر میں شریک ہوئے' ۱۹۴۰ء میں لاہور کے تاریخی جلسے میں جس میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تھی آپ شریک تھے۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے ۱۲/جنوری ۱۹۵۶ء کو سیالکوٹ میں انتقال کیا۔

دوسرے علمائے کرام کی طرح آپ نے بھی ''اربعین'' مرتب کی۔ اور اس کا نام ''اربعین ابراہیمی'' رکھا۔ مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح لکھی ہے' جو اپنے موضوع کے لحاظ سے بہترین ہے۔

بطور نمونہ حدیث ۳۹ ملاحظہ ہو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِکَ وَتَحَوُّلِ عَافِیَتِکَ وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِکَ وَجَمِیْعِ سَخَطِکَ (مسلم)

''اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں تیری نعمت کے زوال سے۔ اور تیری عافیت کے بدلے سے۔ اور تیرے اچانک انتقام سے۔ اور ان سب چیزوں سے جن کی وجہ سے تو ناراض ہو جائے''۔

تشریح از حضرت مولانا سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ

یہ ایک جامع دعا ہے۔ جس میں دین و دنیا کی فلاح و بہبود کے لئے اللہ تعالیٰ سے التجا کی گئی ہے۔ نعمت کا یہ زوال ہے کہ دنیا کے انعام بھی جاتے رہیں اور دین کی نعمتوں (یعنی قرآن و حدیث) سے بھی محروم ہو جائیں اور ان پر عمل کرنے کی توفیق نہ ہو۔ عافیت کا بدلہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے نکل کر ایسے لوگوں کے پنجے میں چلا جائے جو ظالم' بے دین اور اللہ کے رسول کے باغی ہوں۔ اچانک انتقام یہ ہے کہ حد سے زیادہ گناہ اور نافرمانیوں کی وجہ سے فوراً کسی مہلک' دردناک اور ناقابل برداشت عذاب یا اذیت میں مبتلا ہو جائے۔ اس دعا میں ان سب امور سے پناہ طلب کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی و عتاب کا موجب ہیں۔ مسلمان کو سچے دل سے توبہ کرنی چاہئے اور خشوع و خضوع سے دربار الٰہی میں جھکنا اور معافی مانگنی چاہئے (۱)۔

(۱۵) تحریک وہابیت (صفحات ۴۸)

برصغیر پاک و ہند میں انگریزی استعمار کے خلاف مسلمانوں کے ایک گروہ نے اس کی سرگرمیوں اور ناپاک عزائم کو کچلنے اور نیست و نابود کرنے کے لئے سعی و کوشش کی۔ اور اس میں یہ گروہ کہاں تک کامیاب ہوا' یہ ایک علیحدہ داستان ہے۔ انگریزوں نے ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اور انہیں بدنام کرنے کے "وہابی" کا خطاب دیا۔ اور ان کے عقائد کے بارے میں غلط باتیں ان کی طرف منسوب کر کے اس کی تشہیر کی۔ اور اس سلسلہ میں اس نے برصغیر میں دو آدمی تیار کئے جن کے ذریعہ وہ اپنے اس مشن میں کامیاب ہوا۔ ایک مرزا غلام احمد قادیانی جس نے کئی ایک روپ بدلے اور جہاد کو منسوخ کیا۔ اور دوسرے مولوی احمد رضا خاں بریلوی بانی فرقہ بریلویہ جنھوں نے اپنے فتوؤں کے ذریعہ مسلمانوں کے اس گروہ کے خلاف زہر افشانی کی۔

وہابی کی نسبت نجد کے امام شیخ محمد بن عبدالوہاب کی طرف کی گئی ہے اور اس گروہ کو

(۱) شرح اربعین ابراہیمی ص ۶۵

بدنام کیا گیا کہ یہ لوگ امام محمد بن عبدالوہاب کے مقلد ہیں حالانکہ یہ حقیقت نہیں۔ امام محمد عبدالوہاب خود امام احمد ابن حنبل کے مقلد تھے اور ان کی تحریک سے جو برصغیر میں شروع ہوئی کوئی تعلق نہیں تھا۔ ان کی اپنی ایک تحریک تھی جس کے ذریعے انہوں نے شرک و بدعت کے استیصال کیلئے تحریک شروع کی تھی اور اس میں وہ کافی حد تک کامیاب و کامران ہوئے۔ دنیائے کفر نے ان کے خلاف وسیع پیمانے پر پروپیگنڈا شروع کیا۔ انہیں طرح طرح کے بے جا الزامات سے نوازا گیا۔ مگر انگریز اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ مجاہدین ہند اور اہل نجد کے افکار و خیالات میں کلی اتفاق نہیں، کئی جگہ اختلاف ہے۔ مجاہدین ہند عامل بالحدیث تھے اور کسی ایک امام کے مقلد نہیں تھے بخلاف اس کے اہل نجد حنبلی المذہب اور مقلد تھے۔

مختصراً وہابیت کوئی مذہب نہیں ہے بلکہ ایک تحریک ہے جسے انگریز نے ناکام بنانے کے لیے پوری سعی کی۔ اور وہ ایک حد تک اس میں کامیاب رہا۔[1] برصغیر میں تو انگریز اپنی کامیابی پر فخر کر سکتا ہے مگر عرب میں وہ کامیاب نہیں ہوا۔ آل سعود نے اس سلسلہ میں جدوجہد کی۔ اور حکومت حاصل کرنے کے بعد کتاب وسنت کے اجراء کی سعی و کوشش کی اور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں انہیں کامیابی و کامرانی عطا فرمائی (سعودی حکومت مسلکاً حنبلی ہے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مقلد ہے نہ کہ امام محمد بن عبدالوہاب کی۔ وہ نسلاً وہابی کہلا سکتے ہیں، مگر مذہباً یا مسلکاً وہابی نہیں ہیں بلکہ حنبلی ہیں)۔

تحریک مجاہدین اور نجدی تحریک میں اصول اختلاف موجود ہیں اور جو لوگ ان دونوں تحریکوں کو ایک قرار دیتے ہیں وہ محض علم تاریخ سے ناواقفیت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ حالانکہ دونوں تحریکیں علیحدہ علیحدہ ہیں جیسا کہ بتایا گیا ہے، مجاہدین کی تحریک کا امام محمد بن عبدالوہاب کی تحریک سے کوئی تعلق نہیں اور نجدی تحریک کا مجاہدین کی تحریک سے کوئی واسطہ نہیں۔

بریلوی مصنفین نے بھی اس کی شہادت دی ہے کہ وہابی کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک

تحریک ہے۔خواجہ حسن نظامی دہلوی بریلوی جو وہابیوں کے سخت دشمن تھے جو سجدہ تعظیمی کے قائل اور قبروں کو پختہ بنانے کو جائز سمجھتے تھے اپنے رسالہ ''نادان وہابی'' میں لکھتے ہیں:

''وہابیوں کے اندر غیر مسلم اقوام کے خلاف ایک انقلابی لہر پائی جاتی ہے۔
یہاں تک کہ آج کل اکثر یورپین مؤرخوں نے لکھا ہے کہ تجدید اسلام کی جس قدر تحریکیں دنیا میں نمودار ہوئی ہیں ان سب کی جڑ (اور) بنیاد وہابیت ہوتی ہے''۔(۱)

صحیح فضیلت وہ ہے کہ جس کی دشمن گواہی دیں۔

جس طرح وہابیت کوئی مذہب نہیں اس طرح حنفیت بھی کوئی مذہب نہیں ہے مذہب تو ایک ہی ہے۔ جسے آپ اسلام کے نام سے تعبیر کرتے ہیں قرآن مجید میں ہے:

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَام (ال عمران:۱۹)

''اللہ کے ہاں دین ایک ہی ہے جو اسلام ہے''۔

اور یہی اسلام ہے جو حضرت آدم علیہ السلام نے پیش کیا تھا۔ اور یہی اسلام سب انبیائے کرام نے پیش کیا۔ اور یہی اسلام آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔ اس لئے دین و مذہب ایک ہی ہے جس کو اسلام کہا جاتا ہے۔ حنفی مالکی، شافعی، حنبلی مذہب نہیں بلکہ مسلک ہیں۔ اور لوگ مسلک کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور آسانی سے اس کو مذہب قرار دے دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ تفریق بہ تحقیق حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوئی۔ جب تفقہ نے زیادہ زور پکڑا تو جس شخص نے شافعی فقہ کا سہارا لیا وہ شافعی کہلانے لگے۔ جس شخص نے مالکی فقہ کو اپنایا وہ مالکی کہلانے لگے۔ اسی طرح جس نے حنفی فقہ اختیار کی وہ حنفی کہلانے لگے۔ اور جنہوں نے فقہ حنبلی کو اپنے سامنے رکھا وہ حنبلی کہلانے لگے۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ علی گڑھ یونیورسٹی کا فارغ التحصیل علیگ کہلاتا ہے۔ ندوۃ العلماء کا فارغ التحصیل ندوی کہلاتا ہے۔

(۱) نادان وہابی ص ۳

جامعہ ملیہ سے سند لینے والا جامعی کہلاتا ہے۔ دارالحدیث رحمانیہ کا پاس شدہ رحمانی کہلاتا ہے۔ بعینہٖ یہی کیفیت حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کی ہے۔

اس رسالہ میں حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حقیقت کو واضح کیا ہے اور ان تمام مسائل پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ مولانا سوہدروی کا یہ رسالہ اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت عمدہ اور نفع بخش ہے۔ اس کے مطالعہ سے بہت سے مغالطات دور ہو جاتے ہیں۔

(۱۶) انگریز اور وہابی (صفحات ۴۰)

برصغیر میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں ہمیشہ مذہبیت غالب رہی۔ اور مذہبیت کی خاطر ایثار اور قربانی سے کام لیتے رہے۔ انگریزی استعمار نے جب برصغیر پر قبضہ کیا تو اس نے ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کی پالیسی پر عمل پیرا ہو کر اس سے خوب فائدہ اٹھایا اور اس نے مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں پھوٹ ڈال کر ایسی ہوا دی کہ اس کے پورے ایک صدی کے دور حکمرانی میں مسلمانوں کے فرقوں میں اتفاق و اتحاد پیدا نہ ہو سکا۔ اور آج انگریز کو گئے ہوئے ایک طویل عرصہ ہو رہا ہے مگر اس کے اثرات ابھی تک باقی ہیں۔ اور مسلمانوں کے فرقوں میں اتحاد و اتفاق پیدا نہیں ہو رہا۔ انگریز نے وہابی، سنی اور شیعہ کا ایسا شاخسانہ کھڑا کیا اور سیدھے سادے مسلمانوں کو وہابیت کا ایسا ہوّا دکھایا کہ اس نے اتحاد و اتفاق کے متعلق سوچنا ہی چھوڑ دیا۔ اور وہابی کے بارے میں مسلمانوں کے بے بنیاد الزامات لگا کر ان کو اس سے متنفر کیا اور وہابی کے بارے میں درج ذیل نظریات پیش کر کے ہر ایک کو اس دشمن بنا دیا۔

۱۔ وہابی گستاخ ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب نہیں کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے بھائی کے برابر سمجھتا ہے۔

۲۔ وہابی درود کا منکر ہے اور درود نہیں پڑھتا۔

۳۔ وہابی اولیاء اللہ کا منکر ہے اور ان کے مقابر کی تعظیم نہیں کرتا۔

۴۔ وہابی آئمہ کرام کو نہیں مانتا اور ان کی تعظیم نہیں کرتا۔
۵۔ وہابی تیجے' ساتویں' دسویں اور چالیسواں کا منکر ہے اور فاتحہ خوانی کا بھی قائل نہیں۔
۶۔ وہابی میلاد اور گیارہویں کا بھی مخالف ہے۔
۷۔ وہابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا قائل ہے اور آپ کے غیب دان ہونے کا منکر ہے۔ اور آپ کو حاضر و ناظر بھی نہیں جانتا۔
۸۔ وہابی انبیاء کرام اور اولیائے عظام کو فریاد رس نہیں مانتا اور نہ ان کے حاجت روا اور مشکل کشا ہونے کا قائل ہے۔ اور ان سے استغاثہ بھی روا رکھتا ہے۔
۹۔ وہابی قبروں پر قبے بنانے' غلاف چڑھانے' چراغ جلانے اور نذر و نیاز کا بھی قائل نہیں۔
۱۰۔ وہابی سینہ پر ہاتھ باندھتا ہے۔ آمین اونچی آواز سے کہتا ہے رفع الیدین کرتا ہے اور فاتحہ خلف الامام پڑھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ

وہابی کے خلاف جس فرقہ نے سب سے زیادہ مخالفت کی' وہ فرقہ بریلویہ ہے۔ اس کے بانی مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اس میں اہم کردار ادا کیا۔ اور انگریز کی حمایت اور فرمانبرداری میں اپنی ساری زندگی بسر کر دی۔ ان کے ہاتھوں قصر اسلام کو سخت نقصان پہنچا۔ اس لئے تو مولانا ظفر علی خاں مرحوم کو کہنا پڑا ؎

کوئی ترکی لے گیا کوئی ایران لے گیا
کوئی دامن لے گیا' کوئی گریبان لے گیا
رہ گئی فقط ایک ' دولت اسلام کی
وہ بھی ہم سے چھین کر احمد رضا خان لے گیا

بریلوی مصنفین کی طرح انگریز مصنفین نے بھی وہابیت کے متعلق کافی زہر اگلا ہے

اور وہابیت کے خلاف تقریباً پچیس (۲۵) انگریز مصنفین نے ہزاروں صفحات سیاہ کر دیئے ہیں۔ انگریز مصنفین میں سر ولیم ہنٹر نے ایک مبسوط اور جامع کتاب لکھی۔ جس کا نام "اور انڈین مسلمز" ہے اور اس کا ترجمہ "ہمارے ہندوستانی مسلمان" کے نام سے شائع ہو چکا ہے اور اس کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"وہابی ہماری سلطنت کے لئے مستقل خطرہ ہے۔ لہذا کسی نہ کسی طرح اسے مٹا دو۔"

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدری رحمۃ اللہ علیہ نے اس رسالہ میں بتایا ہے کہ ڈاکٹر ہنٹر نے وہابی اور تحریک وہابیت کے متعلق کن خیالات کا اظہار کیا ہے اور اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اور بتایا ہے کہ انگریز کن نگاہوں سے وہابی کو دیکھا ہے۔ اور اس کے ساتھ وہابی کن نگاہوں سے انگریز کو دیکھتا ہے' اس پر بھی بہترین تبصرہ کیا ہے۔

(۱۷) تفسیر سورۃ فاتحہ (صفحات ۱۴۴)

قرآن مجید کی اس پہلی سورت کا نام سورۃ فاتحہ ہے۔ فاتحہ کے معنی شروع کرنے کے ہیں۔ چونکہ قرآن مجید کی یہ سب سے پہلی سورۃ ہے' اس لئے اس کو سورۃ فاتحہ کہتے ہیں۔ اور نماز میں' قرأت بھی اس سورہ سے شروع ہوتی ہے۔ چونکہ اس میں سب قرآن کے بنیادی مضامین جمع ہیں اس لئے اس کا نام ام الکتاب بھی ہے۔ حدیث میں اس سورۃ کے اور نام بھی آئے ہیں۔ یعنی ام القرآن اور قرآن العظیم' سورۃ الحمد' سورۃ الشفاء وغیرہ دیکھئے' تفسیر ابن کثیر۔ اس سورۃ کے بہت سے فضائل حدیث کی کتابوں میں آئے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالمجید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تفسیر ۱۹۲۳ء میں لکھی تھی اس وقت آپ کی عمر ۲۳ برس تھی۔ گویا اس وقت آپ عین عنفوان شباب میں تھے۔ سورہ فاتحہ ایک ایسی جامع سورہ ہے کہ اس پر علمائے کرام نے بہت سے تفسیریں لکھی ہیں۔ اور اپنے اپنے رنگ میں اس کے علمی نکات بیان کئے ہیں۔ اس لئے کہ سورۃ فاتحہ کو قرآن مجید سے وہی نسبت

ہے جو ایک بیج کو درخت سے ہوتی ہے۔ پورا قرآن مجید معناً اس سورہ میں موجود ہے۔ سورۂ فاتحہ میں جن مضامین کو اصولی اور اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ بقیہ ۳۰ پاروں میں اس کی تفصیل ہے اور سورہ فاتحہ کے مضامین بھی اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ سورہ بمنزلہ مقدمۃ القرآن ہے۔

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ نے ہر آیت کی تفسیر شرح وسط سے کی ہے۔ شروع میں ایک مقدمہ ہے جو صفحہ ۳ تا ۲۳ تک محیط ہے۔ اس میں سورہ کے متعلق علمی نکات' اعجاز قرآن اور فضائل قرآن پر روشنی ڈالی ہے۔ آخر میں سورہ فاتحہ کے فضائل جو احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آئے ہیں وہ درج کئے ہیں۔ آپ نے کم عمری میں بڑی عالمانہ کتاب لکھی ہے۔ یہ دوبارہ طبع نہیں ہوئی۔ یہ اب عنقریب ادارہ مسلم پبلی کیشنز کے زیر اہتمام مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ کی نگرانی میں طبع ہو رہی ہے۔

(۱۸) مباحثہ گوشت خوری (صفحات ۴۰)

یہ رسالہ ایک مناظرہ کی روئیداد ہے جو مولانا عبدالحق اور پنڈت رام چند آریہ کے درمیان ۱۹۳۰ء میں مسئلہ گوشت خوری پر ہوا تھا۔ اور مولانا عبدالمجید مرحوم نے اس مناظرہ کو مرتب کر کے شائع کیا۔ یہ مناظرہ اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت دلچسپ اور پر از معلومات ہے۔ مسئلہ گوشت خوری کے متعلق آریہ عقائد اچھے نہیں ہیں۔ مولانا عبدالحق مرحوم نے آریہ دلائل کا ٹھوس ثبوت کے ساتھ رد کیا اور آریہ مناظر نے اس مناظرہ میں اپنی شکست کو تسلیم کیا۔ بڑا دلچسپ اور معلوماتی اور تاریخی رسالہ ہے۔

(۱۹) ہندو شعراء کا نعتیہ کلام (صفحات ۱۰۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں مسلمان شعرائے کرام نے نعتیہ کلام بہت لکھا ہے۔ مگر ہندو شعراء نے بھی آپ کی مدح وتعریف میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اور اس سے اندازہ لگایئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنوں کے علاوہ بیگانوں کے دلوں میں بھی کس قدر جاگزیں ہے اور وہ کس حسن عقیدت اور والہانہ انداز میں آپ کی بزرگی و

فضیلت اور عزت وعظمت کا اعتراف کر رہے ہیں۔ سچ ہے۔

الفَضلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الاَعدَآء.

''یعنی صحیح عزت وعظمت اس میں ہے کہ دشمن بھی اس کی شہادت دیں۔''

اس میں بھی کلام نہیں کہ اکثر شعراء نعت گوئی میں حد اعتدال سے بڑھ جاتے ہیں اور ایسے شعر کہہ جاتے ہیں جو کسی صورت میں بھی شرعی نکتہ نگاہ سے جائز نہیں ہو سکتے۔ صحیح تعریف اور جائز نعت وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف وفضائل اور مقام نبوت ورسالت کو ملحوظ رکھ کر ہر طرح کی افراط وتفریط سے بچ کر لکھی گئی ہو۔ ہمارے علم کے مطابق برصغیر میں اس موضوع پر سب سے پہلا قلم حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ نے اٹھایا۔ اور کتاب کا نام ہندو شعراء کا نعتیہ کلام تجویز کیا۔ جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہانہ محبت تھی۔ جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت میں آپ کی کتاب ''رہبر کامل'' صلی اللہ علیہ وسلم لا جواب ہے اسی طرح یہ کتاب بھی بے مثال ہے۔

''ہندو شعرا کا نعتیہ کلام'' مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ نے دوبار چھپوائی۔ اور مرحوم کے سبط الرشید مولانا محمد ادریس فاروقی نے ادارہ مسلم پبلی کیشنز کے زیر اہتمام ایک بار ۱۹۸۴ء میں چھپوائی۔ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی نے ۳۷ شعراء کا کلام یکجا فرمایا۔ مولانا فاروقی حفظہ اللہ نے اس میں مزید ۲۸ شعراء کا کلام شامل کر دیا ہے۔ اور اب یہ کتاب ۶۵ شعراء کی جامع کتاب بن گئی۔ اب آئندہ طباعت میں مولانا فاروقی کتاب ہٰذا میں مزید ہندو شعراء کا کلام شامل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور اس سلسلے میں نیا مواد جمع کر رہے ہیں۔

اس کتاب میں بہت سے ہندو شعراء کا نعتیہ کلام درج کیا گیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ چوہدری دلورام کوثری ص ۹ تا ۱۷

۲۔ بابو شیام سندر باصر کاشمیری ص ۱۸ تا ۲۰

۳۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد ص ۲۰ تا ۳۲

۴۔ پردیسی برہم چاری ص ۳۲

۵۔ پنڈت گنیشی لال ختہ ص ۳۲، ۳۳

ان کے علاوہ ۶۰ اور ہندو شعراء کا نعتیہ کلام درج کیا گیا ہے۔ نمونہ کے طور پر چند نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

دلورام کوثری لکھتے ہیں:

خالی کسی صورت میں بھی وہ جا نہیں سکتا
بخشش کا جو امت سے ہے اقرار محمدؐ
کچھ عشق پیمبرؐ میں نہیں شرط مسلماں
ہے کوثری ہندو بھی طلبگار محمدؐ

(ص ۱۰۵۔ نعت نمبر ۱۱)

مہاراجہ سرکشن پرشاد وزیر اعظم حیدر آباد دکن لکھتے ہیں ؎

آپ کا خوان کرم سارے جہاں میں ہے بچھا
یار و اغیار ہیں مہمان رسول عربی
انبیاء جتنے بھی، آپ ان کے بھی شافع ہوں گے
سب کے سب مانیں گے احسان رسول عربی

(ص ۲۴، نعت ۲۵)

لالہ لال چند فلک لکھتے ہیں ؎

دختر حارث غمگین کو رہائی بخشی
قید پر غم سے غلاموں کو چھڑایا تو نے
کیوں نہ قربان مسلمان تیرے نام پہ ہوں

حق پرستی کا جنہیں طور بتایا تو نے
گنبد و سقف فلک گوش زمیں گونج اٹھے
کوس توحید عرب میں جو بجایا تو نے

(ص ۳۵ نعت ۳۹)

جناب برج گوپی ناتھ بیکل امرتسری نعتیہ کلام اس طرح پیش کرتے ہیں۔

نور سے تیرے اندھیرے میں درخشانی ہوئی
تیرے آگے آبرو کفار کی پانی ہوئی
اک جہالت کی گھٹا تھی چار سو چھائی ہوئی
ہر طرف خلق خدا پھرتی تھی گھبرائی ہوئی
شاخ دینداری کی تھی بے طرح مرجھائی ہوئی
لہلہا اٹھی تیری جب جلوہ آرائی ہوئی
تیرے دم سے ہو گئیں تاریکیاں سب منتشر
پا گئی راحت تیرے آنے سے چشم منتظر
کیوں نہ ہم بھی اس جہاں کا پیشوا مانیں تجھے
کیوں نہ راہ حق میں اپنا راہنما جانیں تجھے
دیکھنے کو دے خدا آنکھیں تو پہچانیں تجھے
حق کی ہے بیکل صدا شمس الضحیٰ مانیں تجھے

(ص ۴۲ نعت ۴۵)

جناب ہری چند اختر اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح وتعریف کرتے ہیں۔

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم

اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

(ص ۴۶' نعت ۵۲)

منشی پیارے لعل رونق کا کلام ملاحظہ ہو ۔

تجھے ختم الرسل کہتے ہیں' شاہ انبیاء تو ہے
جناب سرور عالم محمد مصطفیٰ تو ہے
یہ حق ہے' نائب حق ہے حبیب کبریا تو ہے
ہمارا پیشوائے دیں' ہمارا رہنما تو ہے
ہوئی ہے دم قدم سے تیرے مذہب کی فراوانی
تجھی سے ہے یہاں قائم یہ بنیاد مسلمانی

(ص ۵۶ نعت ۶۷)

(۲۰) سفر نامہ حجاز (صفحات ۲۰۰)

یہ کتاب جیسا کہ نام سے ظاہر ہے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم کا سفر نامہ حجاز ہے۔ آپ ۱۹۵۱ء میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے تھے۔ اس کتاب میں نہ صرف حج کے پورے مسائل اور احکام ومناسک ہی درج ہیں بلکہ سفر حج کی پوری داستان' جملہ مقامات کی کیفیت' بے شمار تاریخی اور جغرافیائی معلومات کا تفصیل سے بیان ہے۔ مولانا سوہدروی مرحوم بحری جہاز کے ذریعہ عازم حرمین شریفین ہوئے تھے۔ اس لئے شروع میں سفر کے حالات ہیں۔ حج کے مسائل اور وہاں کے تاریخی مقامات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ بہر حال یہ سفر نامہ بہت دلچسپ اور قابل مطالعہ ہے۔

(۲۱) خطبات ثنائی (صفحات ۹۶)

یہ رسالہ مولانا ثناءاللہ امرتسری مرحوم کے ان خطبات کا مجموعہ ہے جو آپ نے قومی

جلسوں، جماعتی اجتماعات اور کانفرنسوں میں بحیثیت صدر جلسہ اور صدر مجلس استقبالیہ ارشاد فرمائے۔

(۲۲) حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (صفحات ۸۰)

اس رسالہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارک کا بیان ہے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف گوشوں کا بڑی خوبصورتی سے ذکر ہے۔ یہ سیرت پر آسان اور مختصر رسالہ ہے۔

(۲۳) فرقہ اہل حدیث (صفحات ۳۲)

بعض لوگ جماعت اہل حدیث کو دوسرے فرقوں کی طرح ایک فرقہ سمجھتے ہیں۔ حضرت مولانا مرحوم نے اس رسالے میں نہایت خوبصورتی سے یہ بتایا ہے کہ اہل حدیث کوئی فرقہ نہیں بلکہ مستقل ایک جماعت ہے۔ اور یہ جماعت دور نبوی سے چلی آ رہی ہے اور قیامت تک قرآن وحدیث کا پھریرا لہراتی رہے گی۔ اور یہ بھی بتایا کہ فرقہ الگ امام متعین کرنے سے وجود میں آتا ہے۔ چونکہ بخلاف دوسری جماعتوں کے اہل حدیث کا الگ کوئی امام نہیں لہذا اسے فرقہ نہیں کہا جا سکتا۔

اور یہ بھی بتایا ہے کہ اپنا نام بوجہ شغل بالحدیث کے اہل حدیث اختیار کرنا کوئی منع نہیں، عقلی ونقلی طور پر بالکل جائز ہے اہل حدیث وصفی نام ہے۔ وصفی نام اصلی نام میں کوئی رکاوٹ نہیں بنتا۔ بہت معلومات افزاء رسالہ ہے۔

طبی خدمات

حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ جہاں ایک بلند پایہ عالم، شعلہ نوا خطیب اور عظیم صحافی تھے وہاں ایک بہترین معالج اور ممتاز طبیب بھی تھے۔ مولانا مرحوم نے بنیادی طور طب کو ہی اپنا ذریعہ معاش بنایا تھا۔ ایک طبی کارخانہ کی بنیاد رکھی تھی۔ جہاں اعلیٰ طریقہ سے دیسی دوائیاں تیار کی جاتی تھیں۔ اندرون شہر کے علاوہ بیرونی حضرات بھی بذریعہ خط وکتابت دوائیاں منگواتے تھے۔

طبی کتب

اس کے علاوہ مولانا مرحوم نے طب یونانی کی بے پناہ علمی خدمت کی ہے۔اس سے میری مراد آپ کی طبی تصانیف ہیں۔آپ نے طب کے ہر موضوع پر قلم اٹھایا اور متعلقہ موضوع پر بہترین مواد پیش کیا۔مولانا مرحوم کی طبی تصانیف کی تعداد ۴۲ ہے۔اس میں سے ۳۶ تصانیف میری نظر سے گزری ہیں۔باقی تصانیف میری نظر سے نہیں گزریں۔ان کی صرف فہرست ملی ہے یہ کتابیں طبع تو ہوئیں مگر اب ختم ہوگئی ہیں۔مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ کے حقیقی پوتے اور حافظ محمد یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے بیٹے مولانا محمد ادریس فاروقی نے اسلامی کتب کے علاوہ مرحوم کی طبی کتب کو بھی چھپوانا شروع کر دیا ہے۔آپ نے اسلامی اور طبی تیس (۳۰) سے زیادہ کتب زیور طباعت سے آراستہ کر کے مارکیٹ میں پہنچا دی ہیں۔مولانا فاروقی حفظہ اللہ رفتہ رفتہ بقایا کتب کو بھی طبع کروانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

مولانا مرحوم نے جو طبی کتابیں لکھی ہیں' ان کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) حکیم (۲) نسخے (۳) مجربات

(۴) خواص (۵) کرشمات وغیرہ مثلاً:

(۱) حکیم: عورتوں کا حکیم' بچوں کا حکیم' انمول حکیم' طلسمی حکیم' جیبی حکیم' دیہاتی حکیم' دانتوں کا حکیم' فوری حکیم وغیرہ۔

(۲) نسخے: مغربی نسخے' مشرقی نسخے' لذیذ نسخے' شاہی نسخے۔حیوانی نسخے' آسان نسخے' گھریلو نسخے' الہامی نسخے' مرموز نسخے وغیرہ۔

(۳) مجربات: مجربات علی گیلانی' پانچ ہزار مجربات' مجربات فلفل دراز' مجربات یوسفی' مجربات تلسی' مجربات ارزانی' مجربات ابوالفتح گیلانی اکسیری مجربات' مجربات نیلوفر بنفشہ وغیرہ۔

(۴) خواص: خواص بادیان' خواص فلفل شیریں وآبی' خواص بھنگ' خواص منڈی'

خواص ارنڈ۔خواص نیلوفر' بنفشہ' خواص کنڈیاری وغیرہ۔

(۵) متفرق: اکسیری دوائیں' تجربات مکو' کرشمات' فلفل سیاہ' کرشمات شیریں و آبی' وغیرہ

طبی میگزین

مولانا مرحوم جہاں "ماہنامہ مسلمان" اور "ہفت روزہ" اہل حدیث شائع کرتے تھے۔ وہاں ایک ماہوار طبی رسالہ "طبی میگزین" کے نام سے نکالتے تھے۔ یہ طبی رسالہ ۱۹۵۲ء میں شائع ہونا شروع ہوا۔ اور اس کا آخری شمارہ اکتوبر ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔ اس رسالہ میں زیادہ تر مضامین مولانا مرحوم کے اپنے قلم سے ہوتے تھے اور کبھی کبھی کسی اور طبیب کا مضمون بھی شامل اشاعت ہوتا تھا اور اس کے علاوہ دو صفحات میں اپنی کتابوں اور دواؤں کے اشتہار ہوتے تھے۔

طبی تصانیف

مولانا مرحوم کی طبی تصانیف میں سے جو کتابیں مجھے دستیاب ہوئی ہیں۔ ان کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

(۱) فوری حکیم (صفحات ۱۹۲)

اس کتاب میں فوری حادثات اور اچانک پیش آنے والے صدمات کے متعلق تفصیلی بحث کی گئی ہے اور ان کے معالجات پر عملی تدابیر اور خاص الخاص مجربات درج کئے گئے ہیں۔

(۲) دیہاتی حکیم (صفحات ۱۴۴)

اس کتاب میں دیہات سے عام مل جانے والی اشیاء سے ہر مرض کا علاج معالجہ بیان کیا گیا ہے اور اس میں ہر مرض کے متعلق دوا کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کے استعمال کا طریقہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔

(۳) انمول حکیم (صفحات ۹۶)

اس رسالہ میں ۲۵۰۔ امراض کا علاج اس طریقہ پر قلم بند کیا گیا ہے کہ نہ کوئی دوائی کھانی پڑتی ہے نہ رقم خرچ ہوتی ہے اور مرض کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً درد کے بارے میں لکھا ہے کہ کسی قسم کا درد ہو مفاصل ہو یا عضلی' ریاحی ہو یا عصبی یا دموی گرم پانی سے غسل کیا جائے درد دور ہو جاتا ہے۔

(۴) عورتوں کا حکیم (صفحات ۴۵۶)

اس کتاب میں عورتوں کے جملہ امراض پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور ان کے مکمل معالجات درج کئے گئے ہیں۔ اتنی مفصل اور جامع کتاب شائد کوئی اور نہ ہو۔

(۵) دانتوں کا حکیم (صفحات ۵۶)

اس رسالہ میں دانتوں کی تشریح اور ماہیت' حفاظت اور صفائی کے طریقے بیان کئے گئے ہیں اور دانتوں کی بیماری کے تمام مجرب نسخے اور پرہیز کے متعلق تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

(۶) بچوں کا حکیم (صفحات ۲۵۲)

اس کتاب میں بچوں کے تمام امراض کا تفصیلی ذکر ہے اور تمام امراض کے متعلق مجرب نسخہ جات بھی تحریر کئے گئے ہیں۔ اور اسکے علاوہ بچوں کی صحت اور بیماری سے بچاؤ کے متعلق کافی مواد مہیا کیا گیا ہے۔

(۷) طلسمی حکیم (صفحات ۱۴۴)

یہ کتاب عجیب وغریب نسخہ جات پر مشتمل ہے۔ یعنی جسم کے کسی حصہ میں تکلیف ہو اور دوائی کا استعمال جسم کے کسی دوسرے حصہ میں کیا جائے تو مرض رفع ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کو قبض ہو اور دوائی کھانے کو جی نہ چاہتا ہو۔ تو اس کا علاج یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ناخنوں پر دوائی لگائی جائے تو قبض کی شکایت دور ہو جاتی ہے۔

(۸) جیبی حکیم جلد اول و دوم (صفحات جلد اول ۴۴۸ جلد دوم ۳۶۸)

اس کتاب میں رائج الوقت طبوں پر نہ صرف سیر حاصل بحث کی گئی ہے بلکہ اس میں مجربات جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس میں یونانی' آیورویدک' ایلوپیتھی' ہومیوپیتھی' پیڈروپیتھی' الیکٹروپیتھی اور بایوکیمک علاج بذریعہ انجکشن و کشتہ جات بتایا گیا ہے اور جڑی بوٹیوں کا تفصیلی بیان ہے۔

(۹) اسراری نسخے (صفحات ۱۰۴)

اس رسالہ میں ان مجربات اور نسخہ جات کو حروف تہجی کے اعتبار سے درج کیا گیا ہے جن کے اجزاء سہل الحصول اور جن کی تیاری سہل الترکیب ہے۔ اور وہ ایسے نسخے ہیں جنہوں عموماً اطباء نے راز سمجھ کر چھپا کر رکھا۔

(۱۰) مخلوط نسخے (صفحات ۱۹۲)

اس کتاب میں طب قدیم و طب جدید کے مروج نسخہ جات' ہر مرض کے علیحدہ علیحدہ جمع کئے گئے ہیں۔ اور طریقہ علاج بھی بتایا گیا ہے۔ شروع میں دیسی طب اور مغربی طب پر ایک مقدمہ ہے۔ جس میں مشرقی اور مغربی طب کا موازنہ کیا گیا ہے۔

(۱۱) مغربی نسخے (صفحات ۲۰۰)

اس کتاب میں ایلوپیتھی کے خاص اور پیچیدہ مجربات جمع کر دیئے گئے ہیں۔ جن پر یورپ اور مغربی دنیا کو بڑا ناز ہے اور جن کی بدولت وہ دنیا میں فضیلت حاصل کر رہا ہے۔

(۱۲) مرموز نسخے (صفحات ۶۴)

اس رسالہ میں مختلف امراض کے ۵۶ کامیاب نسخے حروف تہجی کے اعتبار سے جمع کئے گئے ہیں۔ یہ نسخے مخفی سمجھے جاتے ہیں۔

(۱۳) گھریلو نسخے (صفحات ۱۷۶)

اس رسالہ میں ایسے نسخہ جات جمع کئے گئے ہیں۔ جن کی تیاری میں فی زمانہ بہت کم

خرچ آتا ہے اور کافی مفید ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً خناق کے متعلق لکھا ہے کہ بکری کے دودھ کے غرغرے کئے جائیں تو مرض رفع ہو جاتا ہے۔

(۱۴) آسان نسخے (صفحات ۸۰)

یہ رسالہ لکھنو کے سرجن ڈاکٹر کرنل جی۔ ٹی برڈوڈ کے ایک انگریزی کتابچہ کا اردو ترجمہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے وسیع تجربات کی روشنی میں دیسی ادویہ کی ایک ''قرابادین'' بزبان انگریزی لکھی تھی۔ مولانا مرحوم نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ اس رسالہ میں ۲۱۵ مؤثر نسخہ جات کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۵) شاہی نسخے (صفحات ۱۲۸)

اس رسالہ میں ایسے نسخہ جات جمع کئے گئے ہیں جو اہالیان ریاست نے اپنے لئے تیار کرائے تھے۔ اور اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کون سا نسخہ کس نواب یا راجہ نے اپنے لئے تیار کرایا۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ رسالہ بہت دلچسپ اور کارآمد ہے۔

(۱۶) حیوانی نسخے (صفحات ۱۴۴)

اس رسالہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ حیوان کا کون سا حصہ انسان کے کس حصے کے لئے مفید ہے۔ بڑا معلوماتی اور حیران کن رسالہ ہے۔

(۱۷) مجربات نیلوفر و بنفشہ (صفحات ۱۱۲)

اس رسالہ میں نیلوفر اور بنفشہ کے پورے فوائد اور خواص' ان سے تیار ہونے والے مرکبات' کشتہ جات کا تفصیلی ذکر ہے اور اس کے علاوہ نیلوفر اور بنفشہ کی اقسام پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

(۱۸) مجربات فلفل دراز (صفحات ۵۶)

اس رسالہ میں لمبی مرچ (مگھ) کی تفصیل اور فوائد کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی اس کی ماہیت' خاصیت اور ذائقہ کے بارے میں کافی مواد مہیا کیا گیا ہے اور جن امراض میں اس کا استعمال ہوتا ہے اس کے متعلق بھی بتایا گیا ہے۔

(۱۹) مجربات تلسی (صفحات ۵۶)

تلسی بھی ایک بوٹی کی قسم ہے۔ اس رسالہ میں اس بوٹی کی جڑوں' پتوں' پھلوں اور پھولوں پر تفصیلی بحث کی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس بوٹی کے خواص اور فوائد پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اور اس کے علاوہ جن ادویہ میں اس بوٹی کا استعمال ہوتا ہے ان کا بھی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

(۲۰) مجربات ارزانی (صفحات ۸۸)

حکیم محمد اکبر ارزانی' فرخ سیر کے عہد میں پیدا ہوئے۔ فن طب میں ان کا مقام بہت بلند تھا اور فن طب پر ان کی کئی ایک مشہور کتابیں ہیں۔ مثلاً (۱) طب اکبر شرح اسباب کا ترجمہ معہ فوائد (۲) میزان الطب (۳) مجربات اکبری (۴) قرابادین قادری (۵) حذر الامراض (۶) مفرح القلوب ترجمہ معہ تشریح مختصر۔ اس رسالہ میں حکیم ارزانی کے مجربات جمع کئے گئے ہیں۔ جو کہ بہت فائدہ مند اور نفع بخش ہیں۔

(۲۱) مجربات ابوالفتح گیلانی (صفحات ۲۴)

حکیم ابوالفتح گیلانی عہد اکبری کے مشہور طبیب تھے۔ شہنشاہ اکبر کے خصوصی معالج تھے اور حکیم علی گیلانی کے ماموں تھے۔ حکیم ابوالفتح ایک تبحر عالم اور فاضل ہونے کے علاوہ فن طب میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ دربار سے انہیں ''جالینوس زماں'' کا خطاب بھی ملا تھا۔ اس رسالہ میں ان کے ۱۹۶ نایاب و نادر مجربات کو جمع کیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ جس بیماری میں نسخہ استعمال ہوتا ہے اس کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔

(۲۲) مجربات علی گیلانی (صفحات ۸۸)

حکیم سید علی گیلانی بھی عہد اکبری کے فاضل طبیب تھے۔ اس رسالہ میں ان کے مجربات کو جمع کیا گیا ہے۔ اور حکیم علی گیلانی کے حالات زندگی' ان کی نئی تحقیقات' علمی انکشافات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۲۳) مجربات یوسفی (صفحات ۲۴)

طبی دنیا میں علامہ حکیم محمد یوسف صاحب یوسفی کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ ایک ماہر طبیب ہونے کے علاوہ بلند پایہ عالم بھی تھے۔ آپ کی کتاب ''طبی رباعیات'' دنیائے طب میں بہت مشہور ہے۔ اس رسالہ میں حکیم یوسفی کے مجربات جمع کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب ۴ فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں طبی نکات' دوسری فصل میں غذائی تحقیقات' تیسری فصل میں علاج بالمفردات اور چوتھی فصل میں خاص مجربات کا تذکرہ ہے۔

(۲۴) پانچ ہزار مجربات جلد اول' دوم' سوم' چہارم (صفحات ۱۰۴۴)

یہ کتاب ۳ جلدوں میں تھی۔ اب مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی صاحب نے اس میں ایک اور جلد کا اضافہ کیا ہے اور زیر ترتیب وطباعت ہے یہ مجربات کا جامع فارماکوپیا ہے۔ اور اس میں سر سے پاؤں تک جملہ امراض انسانی کے الگ الگ ابواب لکھ کر تقریباً ۵ ہزار مجربات جمع کئے گئے ہیں اور اس میں ہر مرض کی تشخیص اور تعریف کی گئی ہے۔

جلد اول صفحات ۲۳۲ (۱ تا ۸۰۵ مجربات)

جلد دوم صفحات ۲۱۶ (۸۰۶ تا ۲۰۵۵ مجربات)

جلد سوم صفحات ۴۸۰ (۲۰۵۶ تا ۴۲۴۳ مجربات)

جلد چہارم صفحات ۱۱۶ (۴۲۴۳ تا ۴۷۷۰ مجربات)

نوٹ: جلد چہارم مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی نے حال ہی میں ترتیب دی ہے۔ اس میں مردوں اور عورتوں کے مخصوص مجربات دیئے گئے ہیں۔ پانچ ہزار مجربات مکمل کی تیاری ہو رہی ہے۔ یہ چند ماہ تک چھپ جائے گی۔

(۲۵) مجربات جلیل (صفحات ۲۴)

طبی دنیا میں حکیم مفتی عبدالجلیل صاحب دہلوی مرحوم کا بہت بلند مقام ہے۔ آپ ایک ماہر طبیب ہونے کے علاوہ بلند پایہ عالم بھی تھے۔ حکیم عبدالجلیل صاحب نے فارسی زبان میں ایک رسالہ ''مفتاح العلاج'' لکھا تھا۔ یہ رسالہ سب سے پہلے ۱۷۰۹ء میں دہلی

میں شائع ہوا تھا۔ مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی مرحوم نے اس فارسی رسالہ کا اردو ترجمہ ''مجربات جلیل'' کے نام سے کیا ہے۔ یہ مختصر رسالہ ۱۴ فصلوں پر مشتمل ہے۔ اور اس میں درج ذیل بیماریوں کی تفصیل اور ان کے متعلق مجربات بیان کئے گئے ہیں۔ سر' آنکھ' کان' ناک' ہونٹ' زبان' حلق کی بیماریوں کی تفصیل ہے۔ سینہ' پھیپھڑوں اور دل کی بیماریوں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ معدہ' جگر اور تلی میں تعفن پیدا ہو جائے تو اس کا بھی علاج بتایا ہے۔ گردہ اور مثانہ کی بیماریوں کا علاج بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور عورتوں کے جملہ امراض پر بھی مواد مہیا کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ مختصر ہونے کے باوجود بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

(۲۶) خواص منڈی (صفحات ۵۶)

یہ ایک کثیر الاستعمال بوٹی ہے یہ امراض خون میں استعمال ہوتی ہے۔ اس رسالہ میں اس بوٹی کی تمام اقسام پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد اس کی خاصیت' ماہیت' فوائد پر روشنی ڈالی گئی ہے اور جن کشتہ جات میں یہ بوٹی استعمال ہوتی ہے۔ اس کی بھی فہرست لکھ دی ہے۔

(۲۷) خواص ارنڈ (صفحات ۲۴)

ارنڈ ہندی لفظ ہے۔ اسے عربی میں خروع' فارسی میں بیدانجیر کہتے ہیں۔ اس رسالہ میں ارنڈ کے افعال' خواص' ماہیت اور شناخت پر تفصیل سے لکھا ہے۔

(۲۸) خواص بادیان (صفحات ۲۲۴)

اس کتاب میں بادیان (سونف) کے افعال وخواص پر تفصیل سے لکھا ہے۔ اور اس کی جڑ سے لے کر پھل تک جملہ اجزاء پر الگ الگ بحث کی ہے اور جن ادویہ میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اس کی پوری تفصیل بیان کی گئی ہے۔

(۲۹) تجربات کپاس (صفحات ۲۴)

اس رسالہ میں کپاس کی جڑ' ٹہنی' پھل' پھول' ڈوڈے' چھلکے اور بیج کے طبی فوائد بیان کئے گئے ہیں۔

(۳۰) تجربات مکو (صفحات ۲۴)

مکو کو عربی میں عنب الثعلب' ہندی میں مکو یا کینچ مینچ کہتے ہیں۔اس رسالہ میں اس کے افعال و منافع' اس کے ویدک' یونانی اور ڈاکٹری تجربات' اس کے متعلق جدید و قدیم تحقیقات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اور اس سے تیار شدہ کشتہ جات و مرکبات کی تفصیل دی گئی ہے۔اور مکو کی تمام اقسام کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

(۳۱) کیفیات بھنگ (صفحات ۵۶)

اس رسالہ میں بھنگ کے افعال و خواص اور اس کی قدیم و جدید تحقیقات سے متعلق کافی مواد مہیا کیا گیا ہے اور جن ادویات میں اس کا استعمال ہوتا ہے ان کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔

(۳۲) کرشمات فلفل سیاہ (صفحات ۹۰)

اس رسالہ میں مرچ سیاہ کے افعال و خواص' اس کی ماہیت اور فوائد کے متعلق سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور جن ادویات میں اس کا استعمال ہوتا ہے ان پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۳۳) تاثیرات زنجبیل (صفحات ۶۴)

زنجبیل (ادرک) پر یہ رسالہ بہت مفید اور دلچسپ حقائق پر مبنی ہے۔ادرک کے افعال و خواص اور اس کے فوائد' اس کی ماہیت و خاصیت پر تفصیل سے لکھا ہے۔اور اطبائے کرام نے اس کے فوائد پر جو تجربات کئے ہیں ان کے متعلق بھی اس رسالہ میں کافی مواد موجود ہے۔اور اس سے جو مرکبات تیار ہوتے ہیں اس کی بھی تفصیل دی گئی ہے۔

(۳۴) فلفل شیریں و آبی (صفحات ۴۸)

فلفل عربی لفظ ہے اور اس کے معنی مرچ کے ہیں۔اس رسالہ میں مرچ شیریں پر مفصل بحث' اس کی ماہیت' اس کے فوائد اور جن ادویہ میں اس کا استعمال ہوتا ہے ان کی تفصیل اس رسالہ میں بیان کی گئی ہے۔

(۳۵) اکسیری دوائیں (صفحات ۲۴۰)

اس رسالہ میں ایسی اشیاء کے خواص کے متعلق لکھا گیا ہے کہ جو کہ ظاہری طور پر بے قیمت' بے کار اور عام پائی جانے والی ہیں۔ اور طب نے ان کے فوائد کا بھی ذکر کیا ہے۔ مثلاً تربوز اور خربوزوں کے چھلکے۔ یہ کتاب غرباء کے لیے ایک تحفہ ہے۔ کہ وہ سستی اور بے قیمت اشیاء سے اپنا علاج کر سکتے ہیں۔ یہ کتاب گنجینہ معلومات ہے۔

(۳۶) اکسیری مجربات (صفحات ۱۱۲)

اس رسالہ میں سر سے لے کر پاؤں تک امراض کے متعلق تفصیلی بحث اور علاج و معالجہ کے طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ یہ وہ نسخہ جات ہیں جو حضرت موصوف نے خود استعمال کئے اور انہیں مفید پایا۔

عمومی معمولات

حضرت مولانا حکیم عبدالمجید خادم سوہدروی رحمتہ اللہ علیہ نے دینی، مسلکی' قومی اور ملی خدمات میں پڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ کے رسائل و اخبارات اور اسلامی وطبی کتب اور ادویات سازی نے ملک وملت کی بیش از بیش خدمات سرانجام دیں۔ اور آپ دین دنیا کے کسی محاذ میں پیچھے نہیں رہے۔

ہفتہ میں زیادہ دن ملک کے طول وعرض میں لوگوں کی دعوت پر تقریر کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ البتہ جمعتہ المبارک کا بہت کم ناغہ کرتے تھے۔ کیونکہ جمعہ آپ نے سوہدرہ میں پڑھانا ہوتا تھا۔ لوگ آپ کا بیان سننے کے بہت منتظر ہوتے تھے۔

آپ اکثر اپنی وسیع زرعی زمین پر بھی جایا کرتے تھے آپ نے تقریباً دو ایکڑ کا باغ اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا۔ اور خود ہی کنویں کی مدد سے اسے پانی سینچا تھا۔

آپ فتوے بھی جاری کرتے۔ اخبارات بھی شائع کرتے۔ کتب بھی تصنیف کرتے۔ اپنی نگرانی میں ادویات بھی بنواتے۔ جسمانی اور روحانی علاج بھی کرتے۔ گھر کے کام اور ذمہ داری بھی نبھاتے۔ باہر تقریروں پر بھی جاتے۔ مسلکی جماعتی میٹنگز میں

شمولیت اختیار کرنے کے اور مختلف امور نمٹانے کے علاوہ سوشل کام بھی کرتے۔ آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ ایک آدمی اور اتنے کام؟ مگر دیکھ لیجئے۔ آپ سب کام کرتے تھے۔ باقاعدگی سے اور وقت پر کرتے تھے۔ اور کسی کام کو التواء میں نہیں ڈالتے تھے۔

ہمارے علماء اور طلباء کو بھی آپ کی طرح محنتی بننا چاہیے۔ کیونکہ نمازیں پڑھا کر فارغ بیٹھ رہنا اچھا نہیں۔ خواص کو ہمہ وقت مصروف اور مستعد رہنا چاہیے۔ خالی بیٹھ کر وقت گزارنا ارباب علم وفضل کے لائق نہیں۔ ایسی عظیم ہستیوں کو ہمیں اپنا آئیڈیل بنانا چاہیے۔ کہ سالہا سال گزرنے کے بعد آج بھی ان کا نام زندہ ہے۔ اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

(۴) مولانا حافظ محمد یوسف علیہ الرحمۃ

ابتدائی حالات

مولانا حافظ محمد یوسف علیہ الرحمۃ مولانا عبدالمجید خادم علیہ الرحمۃ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ مولانا حافظ محمد یوسف 1918ء میں سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے پڑدادا حضرت مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۴۸ھ) سے حاصل کی۔ حفظ قرآن کی ابتداء سوہدرہ ہی میں کی۔ اور اس کے بعد اس کی باقاعدہ تعلیم مسجد چینیانوالی لاہور میں حاصل کی۔ اس مسجد میں غزنوی بزرگ دین کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ وہاں آپ کے اساتذہ مولانا عبدالرشید اور مولانا حافظ عبدالکریم تھے۔ حفظ قرآن آپ نے بہت قلیل عرصہ میں کیا۔

تعلیم

قرآن و حدیث کی تعلیم استاد پنجاب حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی ۱۳۳۴ء کے مدرسہ دارالحدیث وزیرآباد میں شیخ الحدیث مولانا عمرالدین وزیرآبادی علیہ الرحمۃ (م ۱۳۵۸ھ) سے حاصل کی۔ مولانا عمرالدین علم و عمل میں بہت آگے تھے۔

تکمیل تعلیم کے بعد توحید و سنت کی اشاعت میں مصروف عمل ہو گئے۔ اور معاش کے لئے طب کا شغل اختیار فرمایا۔ ۱۹۴۲ء میں طبیہ کالج امرتسر سے طب کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۴۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل اور ۱۹۴۷ء میں منشی فاضل کے امتحان امتیازی نمبروں میں پاس کیے۔

اخلاق و عادات

مولانا حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ ایک درویش صفت انسان تھے۔ آپ کی ساری زندگی تدریس قرآن و حدیث اور خدمت اسلام میں صرف ہوئی۔ قصبہ سوہدرہ میں توحید و سنت کی اشاعت اور بدعات کے خاتمہ میں آپ کا بڑا ہاتھ تھا۔ کیونکہ سب لوگ آپ کو اپنا بزرگ مانتے تھے آپ بھی سب کو اپنا برخوردار جانتے تھے۔

مولانا حافظ محمد یوسف حلیم الطبع اور بہت ملنسار تھے۔ استغنا، رجوع الی اللہ، توکل وغیرہ آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکے تھے۔ آپ صبر و استقامت کی بہترین مثال تھے۔ فرائض تعلیم و افتاء اور رشد و ہدایت کی ادائیگی، آپ کی زندگی کا مطمع نظر رہا۔ آپ سارا دن مطب کرتے تھے اور اس کے ساتھ ریاضت و عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کا کوئی لمحہ یاد الٰہی کے بغیر نہیں گزرا۔ ارباب دولت و اہل دنیا سے بے تعلق تھے۔ آپ بہت انکسار پسند تھے۔ جب بھی کوئی آدمی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو اپنے قلب میں حضرت حافظ صاحب کے اخلاق فاضلہ کا خاص اثر لے کر واپس آتا تھا۔

علمی خاندان

مولانا حافظ محمد یوسف علیہ الرحمۃ کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا۔ آپ کے پردادا حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ عالم بے بدل اور ولی کامل تھے۔ آپ کے دادا حضرت مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث تھے اور آپ کے والد مولانا عبدالمجید خادم اپنے وقت کے جید عالم اور ممتاز مبلغ اسلام تھے۔ مولانا حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ بھی ایک جید عالم اور حافظ قرآن و حدیث تھے۔ اور زندگی بھر سوہدرہ اور تلواڑہ میں قرآن مجید کی تعلیم دیتے اور اپنا علمی و روحانی فیض پہنچاتے رہے۔ عمل میں اس قدر آگے تھے کہ مستحبات کو بھی ترک نہیں فرماتے تھے۔ اور احکام شرعیہ میں بجائے رخصت کے عزیمت کو ترجیح دیتے تھے۔ فضائل اعمال کے باب میں ضعیف احادیث بھی اپنا لیتے تھے۔

اوصاف و کمالات

میں نے علماء میں ایسا شریف، ایسا نیک باطن، ایسا درویش، ایسا سادہ مزاج، ایسا مستقل مزاج، خوش اخلاق، شیریں گفتار، باغ و بہار، ایسا خشک اور ایسا تر آدمی نہیں دیکھا۔ ایسا متقی و پرہیزگار اور ساتھ ہی ایسا وسیع المشرب اور وسیع الاخلاق شخص کہیں کم ہی ہو گا۔ آپ مذہبی تھے اور سخت مذہبی۔

مولانا حافظ محمد یوسف علیہ الرحمۃ فضل و کمال کا پیکر، حسن و اخلاق اور شرافت کے

پتلے، پرہیزگاری کے مرقع اور تواضع وخاکساری کا سراپا اور صبر واستقلال کا مجسمہ تھے۔

فلسفہ و تاریخ کے ماہر کہتے ہیں کہ علم و عمل یک جا ہوتے ہیں لیکن کم یاب مثالوں میں حضرت مولانا حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ایسی ہی تھی۔ آپ میں علم اور عمل دونوں کمال ایک ساتھ یکجا تھے۔ آپ بڑے مشاق مدرس اور حاضر العلم عالم تھے۔ خصوصیت کے ساتھ قرآن اور حدیث پر ان کی نظر بہت وسیع تھی۔ بلکہ آپ علوم آلیہ میں بھی ماہر تھے۔ مسائل کی تحقیق میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے اور یہ سب عطیہ خداوندی تھا۔

مولانا حافظ محمد یوسف علیہ الرحمۃ بے حد خاکسار اور متواضع تھے۔ کبھی کوئی کپڑا انہوں نے اچھا نہیں پہنا۔ کبھی کوئی قیمتی چیز ان کے پاس نہیں دیکھی گئی۔ سادہ اور کھدر کا لباس استعمال کرتے تھے۔ کبھی لباس استری نہیں کروایا۔ بلکہ لباس استری کروانے کو ناپسند جانتے تھے۔ کہتے اس طرح وقت ضائع جاتا ہے نیز فخر وغرور آجاتا ہے۔ کبھی ان کے پاؤں میں اچھا یا پالش کیا ہوا جوتا نہیں دیکھا گیا۔ دنیا اور دنیا کی کسی چیز سے آپ نے دل نہیں لگایا۔ آپ پر زہد کامل کا غلبہ تھا۔ اور یہ غلبہ کوئی بناوٹی نہیں تھا حقیقی تھا۔

مولانا حافظ محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اکثر مسائل میں گفتگو رہتی تھی۔ آپ کو علوم عالیہ وآلیہ کے علاوہ تاریخ جغرافیہ اور ملکی و عالمی سیاست کی پوری خبر ہوتی تھی۔ آپ میں برجستگی، حاضر دماغی اور ذہانت و فطانت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ مگر ان سب خوبیوں کے باوجود آپ میں عجز وفروتنی اتنی کہ اپنے آپ کو لاشئی سمجھتے تھے۔ اور کسی قسم کی بڑائی ہرگز پسند نہیں کرتے تھے۔ جو کوئی آپ کی تعریف کرتا تھا اسے سختی سے روک دیتے تھے۔ فرماتے، یہ میں نہیں کوئی اور ہوگا۔ خلاف شرع کام پر فوراً ٹوک دیتے۔ اور اس بات کی مطلق پرواہ نہ کرتے کہ وہ کون ہے۔ اور ہر بات پر آیت یا حدیث پیش کرتے۔ جسے سن کر آدمی قائل ہی نہیں قرآن وحدیث کی طرف مائل ہو جاتا۔ دیکھنے میں لگتا نہیں تھا کہ آپ اتنے عظیم انسان ہیں۔ نماز باجماعت کے بہت پابند تھے، ہمیشہ تکبیر اولیٰ میں شامل ہوتے تھے۔ تہجد، اشراق، اور تسبیح کی نماز، تلاوت قرآن، ذکر الٰہی اور درود کے بہت پابند تھے۔ اس

کثرت سے نفل پڑھتے تھے کہ آدمی حیران ہو جاتا تھا۔ نماز جنازہ نہایت رقت سے پڑھاتے تھے۔ اور اس قدر سوز و گداز سے پڑھاتے کہ لوگ یقین کر لیتے کہ اب میت کی مغفرت ہو گئی۔ لوگ بڑے شوق سے آپ سے جنازے پڑھواتے۔ اور وہ یہ بالکل پرواہ نہ کرتے کہ آپ مسلکاً اہل حدیث ہیں۔ بلا امتیاز مسلک و مشرب سب لوگ آپ کی یکساں عزت کرتے۔ اور آپ کو یکساں اپنا بزرگ سمجھتے۔

آپ کی تقریر سادہ اور تکلف سے پاک ہوتی تھی لیکن اس میں دریا کی سی روانی ہوتی تھی۔ آپ کی تقریر میں آیات و احادیث کی بھرمار ہوتی تھی کوئی مسئلہ بلا تحقیق پیش نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ کتاب وسنت کی روشنی میں مسائل بیان کرتے تھے۔ ان پڑھ' سادہ اور متعصب لوگوں کو احکام شرعیہ سمجھانے کا خاص سلیقہ رکھتے تھے۔ ہر شخص آپ سے قائل ہو کر جاتا تھا۔

مطالعہ کے بہت شوقین تھے۔ کبھی فارغ نہیں بیٹھتے تھے۔ عربی' فارسی اور اردو سبھی کتب مطالعہ میں رہتی تھیں۔ خط بہت اچھا تھا۔ اور بڑے زود نویس تھے۔

طبابت

آپ بڑے اچھے طبیب اور مایہ ناز روحانی بزرگ تھے۔ آپ کی دعا اور دم کی تاثیر مشہور تھی۔ (۱) جس طرح آپ کی دعا میں اثر تھا اسی طرح آپ کی دوا میں بھی اثر تھا۔ بڑے بڑے پیچیدہ مریض شفایاب ہو کر جاتے۔

آپ کا پیشہ طبابت تھا۔ اپنے ہاتھوں سے دوائیاں بنا کر دیتے۔ لوگ باہر سے بھی دوائیاں منگواتے تھے۔

آپ نے ہمیشہ حلال رزق کمایا۔ اور بڑی محنت سے کمایا۔ اور اپنے اہل و عیال کو ہمیشہ رزق حلال کھلایا۔ اپنے ہاتھوں سے جڑی بوٹیاں اور ادویات کوٹتے۔ اور کسی کام کو عار نہ جانتے تھے۔

---

(۱) آپ اور آپ کے بزرگوں کی بہت کرامات ہیں۔ جن کا ذکر کتاب ''کرامات اہلحدیث'' میں ہے۔

وفات

آپ کو چند ایک عوارضات تھے۔جن کی بنا پر روز بروز آہستہ آہستہ ضعف غالب آتا رہا۔بالآخر ۱۹۹۷ء کو وقت متعین آ پہنچا۔اور آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

ادارت

نومبر ۱۹۵۹ء میں آپ کے والد محترم حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی نے انتقال فرمایا تو ہفت روزہ ''اہل حدیث'' کی ادارت آپ نے سنبھال لی۔اور ہفت روزہ ''اہل حدیث'' آپ کی ادارت میں یکم اپریل ۱۹۶۲ء تک جاری رہا۔اور بہت خوبی سے جاری رہا۔۱۹۵۵ء میں آپ نے ایک رسالہ ''قوانین فطرت'' کے نام سے جاری کیا۔یہ ماہانہ آخر تک آپ کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔آخر میں قوانین فطرت کی ادارت کی ذمہ داری آپ نے اپنے ہونہار اور فرمانبردار بیٹے مولانا محمد ادریس فاروقی کے ذمہ ڈال دی۔جسے موصوف بخوبی نبھاتے رہے۔اس رسالہ میں مضامین زیادہ تر اصلاحی اور اخلاقی ہوتے تھے۔اور کبھی کاتب نہ ملتا تو پورا رسالہ خود ہی لکھ لیتے تھے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت حافظ محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ بہت نیک اور بے حد شریف اور انتہائی باکمال شخصیت کے مالک تھے۔اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کرے۔آمین

(۵) حافظ عبدالوحید صاحب حفظہ اللہ

حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری شادی حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۸۱ھ) کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اس بیوی سے ایک لڑکا یعنی حافظ عبدالوحید صاحب اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

تعلیم

حافظ عبدالوحید صاحب ۱۹۴۳ء میں پیدا ہوئے۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد اپنے والد گرامی کے حکم پر اپنے نانا جان کے مدرسہ قاسم العلوم لاہور میں داخل ہو گئے۔ اور حفظ قرآن و تجوید قرأت مکمل کیا۔ بعد ازاں جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں داخل ہو گئے۔ اور وہاں آپ نے اپنی تعلیم مکمل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی اور مولانا محمد عبدہٗ الفلاح شامل ہیں ۱۹۶۱ء میں مدرسہ خدام الدین لاہور سے قرآن مجید حفظ کیا اور قرأت کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے میٹرک کا امتحان اور ڈھاکہ یونیورسٹی سے ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ آپ کے زمانہ طالب علمی کے کچھ دوست ڈھاکہ کے رہنے والے تھے۔ ان کی دعوت بھی تھی۔ اور موصوف کا بنگلہ زبان سیکھنے کا شوق بھی تھا۔

دیگر سرگرمیاں

۱۹۷۲ء میں بی اے اور ۱۹۷۴ء میں ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۶ء کوئٹہ میں مقیم رہے۔ ان دنوں مولانا محمد ادریس فاروقی کوئٹہ میں ہی تھے۔ آپ کو اپنے بھتیجے سے بڑی محبت تھی۔ یہ چچا بھتیجا بھی تھے اور باہم تقریباً ہم عمر ہونے اور زمانہ بچپن ایک ساتھ گزرنے کی وجہ سے دوستانہ بھی تھا۔ حافظ عبدالوحید صاحب کے کوئٹہ میں اچھے دن گزرے۔ آپ ۱۹۷۷ء میں اپنے آبائی قصبہ سوہدرہ میں تشریف لے آئے۔ اور وزیر آباد میں پریکٹس شروع کر دی۔ اور ساتھ ساتھ دینی و مذہبی کاموں کی طرف متوجہ رہے۔ مسجد

ککے زئیاں میں ماہ رمضان المبارک میں قرآن مجید سناتے رہے۔ جس نے خصوصاً نوجوان نسل کو بہت متاثر کیا۔ آپ امانتدار اور شریف اتنے کہ پریکٹس کے دوران کوئی مقدمہ جھوٹا نہیں لیا۔ ۔ ۱۹۸۵ء میں مولانا محمد ادریس فاروقی سے مشورہ کر کے جامعہ اصحاب صفہ کے نام سے ایک دینی مدرسہ جاری کیا۔ جس میں ناظرہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حفظ قرآن کی بھی تعلیم دی جاتی ہے اور آپ اس مدرسہ کے مہتمم ہیں۔

قومی و ملی کاموں میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ سوہدرہ کی ٹاؤن کمیٹی کے کونسلر بھی رہ چکے ہیں۔ کافی سالوں سے امریکہ میں مقیم ہیں اور خدمت اسلام میں مصروف عمل ہیں۔

اخلاق و عادات

حافظ صاحب بہت خوش اخلاق، ملنسار ہیں۔ آپ میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اعلائے کلمۃ الحق کے سلسلہ میں بہت آگے ہیں۔ اس سلسلہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے اور اس کے علاوہ بہت سرگرم اور فعال ہیں۔ دوسرے کا کام کر کے بہت خوش ہوتے ہیں۔ اور ہر کام اللہ کی رضا کے لیے کرتے ہیں۔ کسی نیک کام میں نہ خود دکھلاوا کرتے ہیں اور نہ دکھلاوے کو پسند کرتے ہیں۔ اگر کسی نے کوئی سلوک آپ سے کیا ہو تو اسے یاد رکھتے ہیں۔ دوستوں کے دوست ہیں۔ آپ احسان کے خوگر ہیں۔ انتقام لینا درست نہیں جانتے۔

اولاد

آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ تینوں بچے دنیوی علوم سے آراستہ اور ضروری اسلامی تعلیم سے کسی حد تک آگاہ ہیں۔ البتہ بڑا بیٹا بابر وحید حافظ قرآن ہے۔ یہ خوشی ہے کہ حافظ عبدالوحید صاحب کے تینوں بچے علم دوست، دین پسند، احکام شرع کے پابند اور سلجھے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں دین کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ان کی تہذیب و شائستگی اور عادات و اطوار میں حافظ صاحب کا رنگ جھلکتا ہے۔

(٦) حبیب الرحمٰن صاحب

مختصر تعارف

حافظ عبدالوحید صاحب کے چھوٹے بھائی حبیب الرحمان صاحب ہیں۔ پڑھے لکھے اور تیز ہوشیار آپ حبیب بنک لاہور میں اچھی پوسٹ پر رہے۔ یہ حافظ عبدالوحید صاحب کے پاکستان کے اندر امور و معاملات میں خصوصاً جامعہ اصحاب چلانے میں ان کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ زیرک اور دانا ہیں۔ گفتگو میں وکیلانہ رنگ جھلکتا ہے۔ ایل ایل بی بھی کیا ہوا ہے۔ بی ایس سی بھی کیا ہوا ہے۔ اور ڈگریاں بھی رکھتے ہیں۔

اولاد

ان کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ بچے خوش اخلاق ہیں۔ اللہ حبیب الرحمٰن صاحب کی محنت کو قبول فرمائے آمین۔ ان کی اولاد بھی بڑی شائستہ ہے۔ بڑے بیٹے کا نام صہیب اور چھوٹے بیٹے کا نام اُسید الرحمٰن ہے۔ اُسید الرحمٰن ماشاء اللہ حافظ قرآن ہے۔ الحمد للہ! حبیب الرحمٰن صاحب کے گھر میں بھی دیندارانہ ماحول ہے۔ سب افراد علم دوست اور دین پسند ہیں۔

(۷) مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ

ابتدائی زندگی و تعلیم

مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ مولانا حافظ محمد یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ہیں ۱۹۴۸ء میں سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم مولانا حافظ محمد یوسف علیہ الرحمتہ سے حاصل کی۔ میٹرک کرنے کے بعد جہلم' پھر جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں علوم وفنون پڑھے۔ آپ نے جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں حضرت مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی رحمتہ اللہ علیہ سے تفسیر القرآن اور صحیح بخاری پڑھی۔ اور مولانا ابوالبرکات احمد صاحب سے بھی کافی استفادہ کیا۔ ۱۹۶۴ء میں پنجاب یونیورسٹی سے عربی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۵ء میں آپ نے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ نیز قاہرہ اور سعودیہ کی ڈگریاں بھی حاصل کیں۔

آپ کے اساتذہ اور ہم عصر دوست

آپ کے اساتذہ میں حضرت دادا جان' حضرت والد صاحب' حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی' مولانا ابوالبرکات احمد' مولانا حافظ عبداللہ بڈھیمالوی' مولانا شریف اللہ خان رامپوری' مولانا صادق خلیل' پیر محمد یعقوب' مولانا ادریس صابر' مولانا حافظ بنیامین' مولانا علی محمد' مولانا محمد علی جانباز' مولانا فاروق احمد راشدی' مولانا عبدالمجید برادر علامہ یوسف کلکتوی' مولانا عبداللہ مظفر گڑھی' پروفیسر صوفی عبدالعزیز ایم۔اے وغیرھم ہیں۔ اور آپ کے ہمعصر دوستوں میں مولانا حفیظ الرحمٰن لکھوی' مولانا محمد مدنی جہلم' مولانا عبدالعزیز شیخ الحدیث' قاری محمد صدیق' قاری محمد عزیز' حافظ عبدالسلام بھٹوی' مولانا عبدالرحمٰن راسخ' علامہ احسان الٰہی ظہیر' مولانا محمد اکرم جمیل' مولانا ارشاد الحق اثری' مولانا حسن راشد بلتستانی' مولانا عبدالوہاب بلتستانی' مولانا محمود احمد غضنفر' مولانا حافظ عبداللہ شیخوپوری' مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی' مولانا محمد بشیر مکتبہ دارالعلم' مولانا محمود احمد میرپوری' مولانا عبدالرحمٰن الذھبی'

مولانا عبدالرحمٰن لدھیانوی' مولانا حکیم سلیم اللہ قلعہ میہاں سنگھ وغیرھم قابل ذکر ہیں۔

خدمات

مولانا محمد ادریس فاروقی اگست ۱۹۶۹ء سے ستمبر ۱۹۹۱ء تک ۲۲ سال کوئٹہ میں مقیم رہے۔ اسلامیہ ہائی سکول میں ہائی کلاسز کو اردو عربی اور اسلامیات پڑھاتے تھے۔ اور اس کے ساتھ جامع مسجد غزنویہ اہل حدیث پٹیل روڈ کے خطیب بھی تھے۔ علاوہ ازیں ریڈیو پاکستان کوئٹہ کی دعوت پر ریڈیو اسٹیشن جاتے اور فرزندان قوم سے خطاب کرتے تھے۔ آپ مرکزی جمعیت اہل حدیث بلوچستان کے امیر' مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے نائب امیر' رؤیت ہلال کمیٹی بلوچستان اور عربی نصاب کمیٹی بلوچستان کے رکن تھے۔ آپ فتوے بھی دیتے تھے۔ خصوصاً طلاق کے فتووں سے متعدد خاندان حامل قرآن وسنت بن گئے۔

اخلاق وعادات

مولانا محمد ادریس فاروقی نہایت ذہین' طباع' بلند حوصلہ' غیرت مند' فیاض اور خوددار ہیں۔ علم کی عزت' صداقت شعاری' حق گوئی و بیباکی ان کے اوصاف جمیلہ ہیں۔ آپ کا علمی وادبی ذوق بہت بلند ہے۔ عربی' فارسی اور اردو کی بلند پایہ کتابیں آپ کے زیر مطالعہ رہتی ہیں۔ اردو' عربی' فارسی کے بہت اشعار زبانی یاد ہیں۔ قرآنی آیات واحادیث' اشعار' امثال اور محاورات کا برمحل استعمال کرتے ہیں۔

موصوف اخلاق کے لحاظ سے باوضع' خاکسار اور ملنسار ہیں۔ چھوٹے بڑے سے نہایت اخلاق سے ملتے ہیں۔ آپ ایک متبحر عالم دین ہیں۔ قرآن وحدیث اور اسلامی تاریخ سے ان کا ذوق قابل قدر ہے۔ حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم رحمہما اللہ کی تصانیف کے بڑے شائق ہیں۔ سیاست میں بھی اچھا پایہ رکھتے ہیں۔ باقاعدگی سے اخبار پڑھتے ہیں۔

تقریر وخطابت

مولانا محمد ادریس فاروقی ایک اچھے خطیب ہیں۔ ان کی تقریر فصاحت و بلاغت کا

نمونہ ہوتی ہے۔ اور بڑے دلنشیں اور مؤثر انداز سے وعظ فرماتے ہیں۔ ان کے درس قرآن وحدیث کی بڑی دھوم ہے۔ ان کی آواز بہت رسیلی ہے۔ بوقت ضرورت اس سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تقریر اردو ہو یا پنجابی روانی سے کرتے ہیں اور سامعین آپ کی تقریر سے بہت محظوظ ہوتے ہیں اور بوریت محسوس نہیں کرتے۔ بڑے ہنس مکھ اور وسیع الظرف ہیں۔ آپ دشمن کو بھی دوست بنا لیتے ہیں۔ اور اگر کوئی فروگزاشت ہو تو اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور یہ بڑی عزت وشرف کی بات ہے۔

آپ کی تصانیف

موصوف جہاں ایک اچھے مبلغ ومقرر اور ممتاز عالم دین ہیں۔ وہاں آپ ایک کامیاب مصنف بھی ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تحریر کا خوب ملکہ عطا فرمایا ہے۔ فاروقی صاحب کی تصانیف کی فہرست حسب ذیل ہے:

مطبوعہ کتب: انوار الحدیث' نبی رحمت ﷺ' مسئلہ تقلید' مقام رسالت' سیرت حسین رضی اللہ عنہ' سیرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا۔

(۱) انوار الحدیث (ص ۱۰۷)

آپ نے کوئٹہ شہر اور کوئٹہ کے آس پاس مثلاً سی ایم ایچ' دفتر محکمہ موسمیات' سمنگلی بیس' اور کینٹ ایریا میں کچھ درس قرآن رکھے تھے جو بڑے کامیاب تھے۔ شہر میں سنہری مسجد کے پاس ماسٹر ایزد بخش صاحب مرحوم کی رہائش گاہ پر درس حدیث دیتے تھے۔ اس جگہ آج سنہری مارکیٹ بن چکی ہے۔ اور کوئٹہ کی بہترین مارکیٹ شمار ہوتی ہے۔ اس درس حدیث کو آپ نے تھوڑا حک واضافہ کر کے افادۂ عام کے لئے کتابی صورت میں شائع کیا۔ اسی کا نام ''انوار الحدیث'' رکھا۔ اس کتاب میں حدیث کا مفہوم' حدیث کا مقام' حدیث کی ضرورت واہمیت' حدیث کی حجیت' حدیث کی عظمت اور اس کے ساتھ منکرین حدیث کے اعتراضات مع جوابات وغیرہ اختصار مگر جامعیت کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ اس کے دوسرے حصے میں مسئلہ تقلید پر روشنی ڈالی ہے۔ اور یہ بتایا ہے۔ کہ حدیث کی راہ میں سب

سے بڑی روکاوٹ تقلید و جمود ہے۔اور مثالوں اور حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ تقلید و جمود کے ہوتے ہوئے آدمی حدیث پر عمل نہیں کرسکتا۔اور تاریخی طور پر بتایا ہے کہ حدیث کو تقلید کی وجہ سے کس قدر نقصان پہنچا۔آپ کی اس کتاب سے مقلدین کی صفوں میں ہلچل پیدا ہوئی۔اور بالآخر ایک مناظرے کی ٹھن گئی۔ چنانچہ تراویح کے موضوع پر جامع مسجد ملٹری ڈیری فارم میں اڑھائی گھنٹے مناظرہ ہوا۔جس میں اللہ نے مسلک حق کو فتح دی۔وہ مناظرہ الگ کتابی صورت میں زیر طبع ہے۔اور وہ ریکارڈ شدہ بھی موجود ہے۔

(۲) مقام رسالت (ص ۲۰۴)

یہ کتاب دراصل ''انوار حدیث'' کی شرح ہے۔اس سے کافی مفصل اور جامع ہے۔ اس میں ائمہ کرام رحمھم اللہ کا رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت نظریہ بیان کر کے اہل حدیث کا دوسرے فرقوں خصوصاً منکرین حدیث سے تقابل کیا گیا ہے۔علم اسماءالرجال اور علم اصول حدیث کا بیان ہے۔ بہت سے شبہات کا ازالہ کیا ہے۔حدیث کی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے۔اختلاف فکر اور اس کے وجوہ کو بیان کیا ہے۔ ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات' تاریخ فتنہ انکار حدیث' مولانا مودودی مرحوم کا نظریہ حدیث' منکرین حدیث کے اعتراضات کا جائزہ لیا گیا ہے اور فتنہ انکار حدیث کے عوامل پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ بڑی معلومات افزاء کتاب ہے۔

(۳) نبی رحمت (صفحات ۴۸)

یہ کتاب اگرچہ بچوں کے لئے لکھی گئی ہے لیکن بڑوں کے لیے بھی اسی طرح مفید ہے جس طرح بچوں کے لئے مفید ہے۔اس کا آغاز مولانا فاروقی سوہدروی حفظہ اللہ تعالیٰ نے ان اشعار سے کیا ہے۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

صَلُّوا عَلَیہِ وَآلِہٖ

اس کتابچہ کے عنوانات یہ ہیں' ولادت باسعادت' بشارتیں' زمانہ رضاعت' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند خصوصی فضائل' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمت' آخری عنوان شان رحمت ہے اس کے تحت موصوف نے آپ کی حیات طیبہ سے متعدد ایسے واقعات یکجا کر دیئے ہیں جن سے یہ سمجھنا کوئی دشوار نہیں رہتا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو مردوں' عورتوں' بچوں بوڑھوں' اپنوں بیگانوں' انسانوں حیوانوں' چرندوں پرندوں' غرض پوری کائنات کے لئے کس قدر شفیق و ہمدرد اور غمگسار و مہربان بنایا تھا۔ اب نئے ایڈیشن میں موصوف اس کتاب میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔

(۴) مسئلہ تقلید (صفحات ۹۶)

امت محمدیہ میں بہت سے لوگ تقلید و جمود کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں ساٹھ منٹ کے لئے بھی یہ غور کرنا گوارا نہیں کرتے کہ کہیں نظریہ تقلید غلط ہی نہ ہو۔ اس کتابچہ کے مطالعہ سے بہت سے لوگوں کی آنکھیں کھل گئی ہیں' ہوسکتا ہے دیگر قارئین کو بھی جادۂ اعتدال مل جائے۔ اور وہ کھویا ہوا مقام حاصل کرلیں۔ اس کا جو نیا ایڈیشن مارکیٹ میں آیا ہے وہ کافی جامع ہے۔ اس میں بہت سی باتیں اور بھی آ گئی ہیں۔ یہ رسالہ پہلے مختصر تھا اب یہ کتابی شکل اختیار کر چکا ہے۔ یہ کتاب جہاں مقلدین کے لیے مفید ہے وہاں اہلحدیثوں کے لیے بھی فائدہ مند ہے۔ یہ کتاب اہلحدیث ٹرسٹ کراچی نے شائع کر کے ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کی ہے۔

(۵) سیرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا (صفحات ۱۱۰)

یہ کتاب ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے تفصیلی حالات کے روح پرور تذکرے پر مشتمل ہے۔ یہ اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں بہترین کتاب ہے۔ ۶۵۔ ابواب پر مشتمل اس تذکرے میں آپ کی مبارک زندگی کے روح پرور واقعات اس طرح بیان ہوئے ہیں کہ جن کے مطالعہ سے روح کو تازگی اور ایمان کو تقویت نصیب

ہوتی ہے۔ یہ کتاب ہر خاتون کو زیر مطالعہ رکھنی چاہیے۔ اگر طالبات کے مدارس میں شامل نصاب کر لی جائے تو بہت بہتر ہے۔ ''سیرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ'' مردوں کے لیے بھی مفید ہے۔

(۶) سیرت حسین رضی اللہ عنہ (صفحات ۲۶۲)

یوں تو واقعات کربلا پر مارکیٹ میں متعدد کتب موجود ہیں۔ مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سیر وسوانح پر مفصل ایسی کوئی کتاب مارکیٹ میں دکھائی نہیں دیتی جس میں آپ کے حالات زندگی اور فضائل ومحاسن تاریخی احتیاط کو پیش نظر رکھتے ہوئے ممکن حد تک صحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہوں' بازار میں ملنے والی عام کتب میں افراط وتفریط ضرور پایا جاتا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ لیکن ''سیرت حسین'' میں نہ صرف سب کچھ ہے بلکہ اور بہت سے نادیدنی وناشنیدنی واقعات بھی ہیں کہ جنہیں پڑھ کر ایک طرف حقائق ومعارف سے آگاہی ہوتی ہے اور دوسری طرف سوچ اور فکر کی صحیح سمت متعین ہوتی ہے۔ ''سیرت حسین'' میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے باہمی تعلقات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ کے ادبی محاسن' حکیمانہ اقوال' دعائیں' اور اوراد ووظائف درج کیے گئے ہیں۔ خصوصاً سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت سے لے کر آخر تک یعنی کتاب کا صفحہ ۹۵ تا ۲۵۵ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ واقعات صحیحہ بیان کیے گئے ہیں۔ افراط وتفریط سے ہٹ کر اعتدال سے کام لیا گیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ صحابہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم دونوں کی عظمت وبزرگی کا خیال رکھا گیا ہے جبکہ یہ خیال رکھنا' اور دونوں کے احترام کی سطح برابر رکھنا بے حد کٹھن ہے۔ علاوہ ازیں بڑے بڑے مشکل اور پیچیدہ مقامات کو بڑی خوبصورتی سے حل کیا گیا ہے۔ کتاب ہذا کو کافی مقبولیت حاصل ہوئی ہے اب اس کا نیا ایڈیشن پہلے سے بہت بہتر' جامع اور دیدہ زیب صورت میں مارکیٹ میں آ رہا ہے۔

آپ کی دیگر سرگرمیاں

مولانا محمد ادریس فاروقی ایک فعال اور سرگرم کارکن ہیں۔ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہُ اللہ (آپ کے دادا) ایک جید عالم اور بہت بڑے مبلغ اسلام تھے۔ اور طب میں اونچا پایہ رکھتے تھے۔ صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔ آپ نے ۲۲ کے قریب اسلامی اور ۴۲ کے قریب طبی کتابیں لکھی تھیں۔ آپ اپنے جد محترم کی روش پر گامزن ہیں۔ آپ اشاعت اسلام اور دعوت توحید و سنت کا بہت جذبہ رکھتے ہیں۔ آپ بہر پہلو اپنے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِد فَزِد.

مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ نے اپنے ادارہ کی تصانیف کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اور اللہ کے فضل و کرم سے اب تک (۴۰) چالیس سے زیادہ۔ اسلامی و طبی کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ جن میں اکثر آپ کے حضرت دادا جان رحمۃ اللہ علیہ کی ہیں وہ کتب یہ ہیں:

انتخاب صحیحین، رہبر کامل، خطبات سلیمان، خطبات ثنائی، سیرت ثنائی، حدیث کی چار کتابیں، ہندو شعراء کا نعتیہ کلام، ظل رسول، اسوہ حسنہ، آئینہ تصوف، فرقہ ناجیہ، رسالت و بشریت، دولتمند صحابہ، امام ابوحنیفہ، سیرۃ الائمہ، سیرت عائشہ صدیقہ، سیرت فاطمۃ الزہراء، تحریک وہابیت، انگریز اور وہابی، سیرت آزاد، نقوش ابوالکلام، انوار حدیث، مقام رسالت، نبی رحمت، سیرت خدیجۃ الکبریٰ، سیرت حسین، مسئلہ تقلید،

اور طبی کتاب یہ ہیں:

عورتوں کا حکیم، جیبی حکیم (اول و دوم)، بچوں کا حکیم، مجربات زنجبیل، گھریلو نسخے، آسان نسخے، لذیذ نسخے، اسراری نسخے، مجربات کنڈیاری۔

علاوہ ازیں آپ اپنی بھی کچھ نئی کتب ترتیب دے رہے ہیں۔ اور آئندہ دو چار سالوں میں انہیں زیور طباعت سے آراستہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان کا ذکر کسی دوسری جگہ آئے گا۔

سوہدرہ منتقلی

آپ کو احباب کے تقاضوں اور کچھ اپنے والد گرامی کی علالت کی وجہ سے کوئٹہ ترک کر کے سوہدرہ آنا پڑا۔ چنانچہ ۱۹۹۱ء میں یہاں منتقل ہو گئے۔ آپ کو یہاں لانے میں احباب جماعت کے علاوہ آپ کے چچا حافظ عبدالوحید صاحب کا بڑا ہاتھ ہے۔ یہاں آ کر آپ نے اپنی مسند اور مسجد کو سنبھال لیا۔

آپ نے خطابت وتدریس کے علاوہ ترجمہ قرآن کا آغاز کر دیا۔ صبح وشام باقاعدگی سے قرآن وحدیث کا درس شروع کر دیا۔ جس میں الحمدللہ لوگوں نے شوق کا مظاہرہ کیا۔

بدریہ مسجد کی تعمیر

آپ نے سوہدرہ کے قریب ''جامع مسجد بدریہ اہلحدیث'' کے نام سے تقریباً دس ہزار مربع فٹ جگہ پر لاکھوں روپے کے مصارف سے ایک عالی شان مسجد کی بنیاد رکھی۔ جس میں اللہ کی توفیق سے اذانیں' نمازیں' خطبات جمعہ اور بچوں کی تعلیم کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس مسجد کے لیے زمین مولانا عبدالمالک مجاہد صاحب نے اپنے مرحوم والد گرامی مولوی محمد یونس کیلانی صاحب مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے خرید کر دی ہے۔ اللہ قبول کرے۔ آمین۔ ویسے مسجد ابھی زیر تعمیر ہے۔ اور اس کا بہت سا کام ابھی باقی ہے۔

تعلیم وتدریس

علاوہ ازیں آپ نے تعلیم وتعلم کو عام کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ یہ کام سوہدرہ کے علاوہ ملت کالونی' تلواڑے' سجاد کالونی' رام گڑھ مانے والے' سائیانوالے' عزیز چک' سندھانوالے اور دو برجی چند اسنگھ میں ماشاءاللہ ہو رہا ہے۔ ان سب جگہوں میں ملا کر چار صد سے زیادہ طلبہ وطالبات آپ کی نگرانی میں قرآن مجید پڑھ رہے ہیں۔ ان طلبہ کو متعدد اساتذہ پڑھا رہے ہیں۔ ان میں ترجمہ' ناظرہ اور درس نظامی اور حفظ قرآن کے طلبہ شامل ہیں۔ منتظم آپ ہیں اور معاون حافظ عبدالوحید صاحب حفظہ اللہ ہیں۔ آپ ان علاقوں میں کتب وکیسٹ لائبریریوں کے قیام کا بھی ارادہ رکھتے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ

آپ کی راہ میں آسانیاں پیدا فرمائے۔ اور دور حاضر کی عظیم اور ٹھوس اس نیکی میں جو بقول ابن تیمیہ جہاد کا درجہ رکھتی ہے آپ کی مدد فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

تبلیغ ودعوت

آپ ہر ہفتے سوہدرہ کے آس پاس علاقہ جات میں تبلیغ ودعوت کے لئے بھی جاتے ہیں۔ جس کا اچھا اثر پڑ رہا ہے۔ آپ جانے سے پہلے اس جگہ اطلاع کرتے ہیں۔ پھر وہاں جاتے ہیں۔ اور آپ اپنے ساتھ کسی نہ کسی عالم کو لے کر جاتے ہیں' تاکہ تبلیغی پروگرام اچھا اور بہتر ہو۔ اور یہ سب کام مسلکی جذبہ کے تحت بے لوث کر رہے ہیں اور کسی سے کوئی معاوضہ نہیں لیتے۔ آپ ان سے کھانا کھانا بھی پسند نہیں کرتے۔ آپ کے ساتھیوں میں مولانا عرفان صدیقی' مولانا عبدالرحمٰن سلفی' قاری محمد رمضان ہزاروی' حافظ معظم علی' حافظ عبدالرزاق یزدانی' قاری عبدالروف عتیق' حافظ محمد شاہد عثمانی' مولانا محمد اشرف' مولانا فیض احمد اور مولانا خلیل الرحمٰن بٹ شامل ہیں۔ آپ ان میں سے کسی نہ کسی مبلغ کو پروگرام پر ساتھ لے جاتے ہیں۔ اور ماشاء اللہ یہ تبلیغی پروگرام بڑے کامیاب ثابت ہوئے ہیں لوگوں کا شوق بڑھتا نظر آتا ہے۔ اگر آس پاس کسی گاؤں میں کبھی امام خطیب یا مدرس کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ سے رابطہ قائم کرتے ہیں' آپ بڑی فکر سے ان کا یہ کام کر دیتے ہیں جس سے وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ ان لوگوں کو آپ پر بہت اعتماد ہے۔ وہ اپنے کاموں میں آپ سے مشورہ کرتے ہیں۔

آپ ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ آپ کو کبھی فارغ نہیں دیکھا گیا۔ آپ دن رات میں اوسطاً کوئی پانچ چھ گھنٹے آرام کرتے ہیں۔

مجلّہ ضیائے حدیث

آپ کی ایک مصروفیت ''مجلّہ ضیائے حدیث سوہدرہ'' ہے۔ اسے آپ بڑی محنت سے تیار کرتے اور وقت پر شائع کرتے ہیں۔ یہ بڑا عمدہ اور خوبصورت رسالہ ہے جس میں مذہبی' سیاسی' تاریخی' علمی' ادبی' اخلاقی اصلاحی اور طبی مضامین ہوتے ہیں۔ ان سے ہر ذوق کا

قاری فیض کام ہوتا ہے۔ یہ رسالہ آپ نے کوئٹہ سے آنے کے بعد جلد ہی ۱۹۹۱ء میں شائع کیا تھا۔ درمیان میں کچھ عرصہ تعطل رہا مگر اب پھر آب و تاب سے شائع ہو رہا ہے۔ یہ رسالہ نہ صرف بزرگان علوی کی عظیم روایات کا آئینہ دار ہے بلکہ ان کے مشن کا ایک حصہ اور دور حاضر میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کا بہترین اور پائیدار ذریعہ ہے۔ اس میں مدارس کے احوال اور علاقائی جماعتی خبریں بھی ہوتی ہیں۔ موصوف کی ترتیب اور مضامین کی سیٹنگ اچھی اور اداریہ بڑا شاندار اور جاندار ہوتا ہے۔ آپ ''مجلّہ ضیائے حدیث'' سوہدرہ کو خاص توجہ سے تیار کرتے ہیں۔ بندہ کے علاوہ حکیم عنایت اللہ نسیم' اور اب ان کے بعد ان کے بیٹے حکیم راحت نسیم' ملک عبدالعزیز فاروق اور دیگر دوست موصوف کے معاون ہیں۔ آپ نے سوہدرہ میں اپنی آبائی مسجد کے ساتھ اپنے دفتر میں ایک خوبصورت لائبریری بنا رکھی ہے جس سے ابنائے سوہدرہ و تلواڑہ مطالعہ کے لیے فری کتب حاصل کرتے ہیں۔

لائبریری

آپ شائقین کو بڑی خوشی سے مطالعہ کے لیے کتب دیتے ہیں اب تک آپ سینکڑوں قارئین کو کتب جاری کر چکے ہیں۔ دوست اور نوجوان آپ سے برائے مطالعہ کتب لیتے رہتے ہیں۔ کتب کے علاوہ آپ کیسٹوں کے ذریعے بھی تبلیغ اسلام کرتے ہیں۔

آپ کی آبائی لائبریری میں اگرچہ بڑی اچھی کتب تھیں۔ لیکن وہ بہت پرانی اور کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے نہایت خراب و خستہ ہو چکی تھیں۔ اور اکثر کی جلدیں اکھڑی اور اوراق منتشر ہوا چاہتے تھے۔ علاوہ ازیں ان کتب کو تقریباً ستر اسی برس سے نہ کسی نے جاری کروایا۔ نہ کسی نے پڑھا۔ الا ماشاء اللہ۔ یہ قدیم کتب پڑھنے والے شاید دس افراد سے زیادہ نہ ہوں گے پھر ان پرانی کتب میں اکثر کتب دوبارہ پرنٹ ہو چکی تھیں' مختصر یہ کہ ان سب باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مولانا محمد ادریس فاروقی نے بندہ کے مشورہ سے اپنی جماعت کے ایک معروف ادارے المکتبہ السّلفیہ کو مناسب قیمت پر فروخت کر کے اس قیمت میں اور رقم شامل کر کے اچھی اور ضروری کتب منگوائیں۔ تاکہ افراد قوم ان سے زیادہ فائدہ اٹھا

سکیں۔آپ کی یہ سوچ اچھی اور اقدام قابل تعریف ہے۔اب آپ اس کتب خانے کو مزید بڑھا رہے ہیں۔تاکہ افراد قوم اس لائبریری سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

اولاد

مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ کثیر العیال ہیں۔بحمد اللہ آپ کے تین بیٹے اور سات بیٹیاں ہیں۔بڑے بیٹے کا نام نجم المجید ہے۔ماشاء اللہ وہ پڑھے لکھے اور سلجھے ہوئے ہیں۔ادارہ دارالسلام الریاض میں ڈیزائننگ سیکشن میں کام کر رہے ہیں۔بلند حوصلہ' بلند اخلاق اور بہترین مقرر ہیں۔علامہ احسان الٰہی ظہیر کے لب ولہجہ میں تقریر کرتے ہیں۔اگر ان کی مشق کرائی جائے تو کافی آگے نکل سکتے ہیں۔

دوسرے بیٹے قمر الحمید فیصل بھی لاہور میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد سعودیہ جا چکے ہیں۔اور ملی خدمات سے ملک وقوم کا نام روشن کر رہے ہیں۔بڑے خوش مزاج' ذمہ دار' مصروف کار اور صالح نوجوان ہیں۔حافظ قرآن ہیں اور دینی و دنیوی تعلیم سے آراستہ ہیں۔

تیسرے بیٹے حافظ محمد نعمان فاروقی ہیں۔جو ٹھیک اپنی خاندانی نہج پر رواں دواں ہیں۔ابتدائی تین برس جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ جامعہ مرکز الدعوۃ السلفیہ ستیانہ بنگلہ (فیصل آباد) میں داخل ہوئے۔اور وہاں علوم عالیہ وآلیہ پڑھے۔آپ ماشاء اللہ بہت ذہین' لائق اور محنتی ہیں۔ہمیشہ جامعہ بھر میں نمایاں پوزیشن لیتے رہے ہیں۔اساتذہ آپ پر بہت خوش رہے ہیں۔متحمل مزاج' متین' بلند حوصلہ اور جرأت مند ہیں۔گاہے گاہے اپنی آبائی مسجد سوہدرہ میں درس قرآن اور خطبہ جمعہ دیتے ہیں۔بہت اچھا بیان کرتے ہیں۔حافظ قرآن ہیں۔آپ کو بہت سی احادیث مبارکہ زبانی یاد ہیں۔آپ اپنی خاندانی روایات کو زندہ کرتے ہوئے ملک وملت کی خدمت کا کافی جذبہ رکھتے ہیں۔اللہ آپ کو قرآن وحدیث کی زیادہ سے زیادہ خدمت واشاعت کا موقع عطا فرمائے۔آمین۔

دعا

دعا ہے کہ بزرگان علوی سوہدرہ کا یہ مبارک ومسعود سلسلہ تا ابد اسی طرح چلتا رہے۔ اور اسلام کے چمنستان کی جو آبیاری پہلے بزرگ کرتے آئے ہیں۔ اللہ کرے موجودہ اخلاف اس کی اسی طرح آبیاری کرتے رہیں۔ تا کہ قیامت تک یہ چمنستان ہرا بھرا اور تروتازہ رہے۔ آمین یا اللہ العالمین۔

بزرگان علوی سوہدرہ کی خدمات میں گل ہائے عقیدت

خاصان خاص مصطفیٰ ؐ الحمد آ گئے
باران رحمت سوہدرہ پہ بن کے چھا گئے

غلام نبی ' نبی کے حقیقی غلام تھے
نام و نشان شرک کا آ کر مٹا گئے

"جی ہوری" کہہ کے ان کو بلاتے تھے خاص و عام
وہ مصطفیٰ کے فیض سے فیضان پا گئے

ہر دل میں پیدا کر دی توحید کی تڑپ
تخمین وظن و وہم کو دل سے ہٹا گئے

سوہدرہ توحید کا مرکز بنا دیا
اہل سنن کے پاؤں ایسے جما گئے

شیریں زباں گفتگو میں چاشنی بھری
فقر و غنا و عجز کے دریا بہا گئے

مسکیں طبع تھے سادگی میں سادہ سدا رہے
فقر ولایت کا اپنی وہ سکہ بٹھا گئے

عبدالحمیدؒ ان کے تھے فرزند ارجمند
جن کو حدیث و منطق کا عالم بنا گئے

وزیرآباد دلّی و عظیم آباد سے
قرآن کا 'حدیث کا اجازہ پا گئے

ان کے تلامذہ میں ہیں مولانا یا مولوی
توحید کی وہ سینوں میں شمعیں جگا گئے

سکھ زئیوں کی قوم نے توحید کی قبول
توحید کی آغوش میں کئی لوگ آ گئے

مرگ جوان آہ! قیامت کی تھی گھڑی
آغاز تھا شباب کا وفات پا گئے

عبدالمجیدؒ لخت جگر ان کے ہونہار
چمک کر وہ نورحق کا جلوہ دکھا گئے

نانا ان کے حافظ عبدالمنانؒ تھے
جو عز و شرف کے حامل بہ شان شہا گئے

دادا نے جان و دل سے کی ان کی پرورش
شفقت سے اپنی ان کو کندن بنا گئے

علم حدیث و قرآن میں یکتائے روزگار
عالم و محدّث کی شہرت تھے پا گئے

اور فاش کر کے پیری و مریدی کے ڈھونگ کو
بدعت کو بیخ و بن سے اپنی ہلا گئے

پیروں کی پوجا' قبر پرستی کا پول کھول
سب کو خدائے کعبہ کے در پر جھکا گئے

اللہ و رسول کا شہرہ ہوا بلند
تو سوہدرہ میں علم کے چشمے بہا گئے

ایڈیٹر و حکیم و مصنف و مولوی
وہ واعظ و مقرر کہ قصبہ پہ چھا گئے

حق کے بیان کرنے میں بے خوف و بے خطر
تبلیغ حق کی خاطر جاں بھی لڑا گئے

قصر مقلدین میں ہوا زلزلہ بپا — تھے ریت کے گھروندے سارے مٹ مٹا گئے
جو جام عمر ان کا بھی لبریز ہو گیا — ہو رخصت اس جہاں سے وہ بحر سخا گئے
اللہ کی ان پہ رحمتیں بے حد و بے حساب — راہ ہدیٰ بے مزد جو سب کو دکھا گئے
لخت جگر دو۔ یوسف و عبدالوحید ہیں — ان دونوں کو حافظ و عالم بنا گئے
حبیب الرحمٰن بیٹے بھی ہیں صاحب جمال — مجالس اپنے آباء کی ہر جا سجا گئے
حافظ بھی ان میں مولوی' خطیب بھی طبیب — ہر کوئی ان سے لے کر مدّعا گئے
پھولے پھلے بڑھے یہ علوی چمن سدا — جن میں حکیم' عالم و خطیب آ گئے
کلام اللہ اور حدیث کے معطر نور سے — گندی فضا کو سوہدرہ سے کر کے صفا گئے
یہ رحمت للعالمین کے تھے سچے متبع — وحدت کی شش جہت میں خوشبو بسا گئے
عبدالرشید ملک عراقی کی کاوشیں — جو گلستان علوی میں ہیں گل کھلا گئے
رطب اللسان حکیم راحت نسیم' کہ — آفاق میں توحید کے پرچم اڑا گئے
حکیم نسیم سے ہوئی منسوب یہ کتاب — جو اپنے علم و حکمت کے گوہر لٹا گئے

اس خاندان سے راشد بھی ہے بہرہ ور' جسے
نعمتہائے عقبٰی کی راہ پر چلا گئے

از قلم ماسٹر محمد حسین راشد (وزیر آباد)

''یادرفتگاں'' سے اقتباسات

○

حضرت مولانا غلام نبی الربانی المعروف ''جی ہوری'' کا حلقہ درس بڑا وسیع تھا۔ تشنگان دین اپنی علم دین کی پیاس بجھانے کے لئے دور ونزدیک سے آتے۔ مسجد میں ہی قیام وطعام کا بندوبست ہوتا اور یوں یہ سلسلہ ان کی پوری زندگی تک چلتا رہا۔ ایک ایسے ہی درس کے اختتام پر آپ نے شاگردوں سے کہا کہ موضع تلواڑہ سے مسجد کے لئے لکڑی کا شہتیر اٹھالاؤ۔ اور آٹھ دس لڑکے اس کام کے لئے جانا۔ اگلی صبح جب آپ نماز فجر کے لئے تشریف لائے تو شہتیر پڑھا تھا۔ مگر سبھی نے شہتیر کے لانے پر لاعلمی کا اظہار کیا۔ البتہ ایک شاگرد نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ اس شہتیر کو وہ اکیلے ہی اٹھا کر لایا ہے۔ ''حضرت صاحب'' معاملہ سمجھ گئے اور اسے فوراً ہی علیحدگی میں لے گئے۔ ایک اچھا مسلمان بننے کی تاکید کی اور نصیحت فرمائی کہ خلق خدا میں سے کسی کو تنگ نہ کرنا اور ہم زادوں میں تبلیغ کرنا۔ بزرگ کہتے ہیں کہ یہ ایک جن تھا جس نے ولئی کامل کی درسگاہ سے فیض یاب ہونے کے لئے انسانی روپ دھارا اور علم کی دولت سے مالا مال ہوا۔

○

ایک دفعہ ابرباراں نہ برسنے سے سوہدرہ میں خشک سالی کا دوردورہ تھا۔ کھلیان اجڑ گئے اور کھیتیاں ابرباراں سے محروم ہوگئیں۔ زمین پیاس کے مارے پھٹی جاتی تھی۔ مویشی اور جانور مرنے لگے۔ اس آفتِ سماوی کے آگے سب لوگ بے بس تھے۔ اہل سوہدرہ سے لوگوں کا ایک جم غفیر حضرت ''جی ہوری'' صاحب سے ملتجی ہوا کہ حضرت خلق خدا مر رہی ہے آپ دعا فرمائیں کہ ابر رحمت برسے۔ آپ نے عوام الناس سے کہا کہ نماز استسقاء ادا کی جائے گی۔ لہٰذا وقت مقررہ پر پلکھو کے کنارے کھجوروں والے کھلے میدان میں برہنہ پاوسر

لوگ اکٹھے ہوئے۔ اتنے میں ہندوؤں کے من چلے نوجوان مسلمانوں سے مذاق کر رہے تھے ''کہ مسلمان اپنے خدا سے بارش لینے جا رہے ہیں۔ اگر واقعی برکھا چاہئے تو کسی مندر کے سنکھ اور گھنٹیاں بجاؤ''۔ مگر جو غیر مسلم پختہ عمر اور تجربہ رکھتے تھے ان کو یقین تھا کہ ولئی کامل کی پرارتھنا پربو کے ہاں ضرور قبول ہوگی۔ بزرگ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مخصوص لہجے میں گڑگڑا کر دعا مانگی تو گھنگھور گھٹائیں ہر سو آسمان پر پھیل گئیں اور جب لوگ بازار کے شمالی حصے سے ڈھلان چڑھ رہے تھے تو ابر رحمت نے ان کے کپڑوں کو تر بتر کر دیا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف جل تھل ہو گیا۔ یہ ولئی کامل کی زندگی کے کرامات کی ایک ادنیٰ سی جھلک ہے''۔

○

''مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں اہالیان سوہدرہ عقیدت واحترم کے طور پر ''جی صاحب'' یا ''جی ہوری'' پکارتے ولی دوراں تھے۔ جب بھی آپ کبھی بازار میں تشریف لاتے تو تمام غیر مسلم دکاندار بھی اپنی دکانوں سے اٹھ کر نذرانہ عقیدت پیش کرتے اور اس چھوٹے مندر کا دروازہ بند کر دیتے جو بازار کے وسط میں جہاں اب ملک بشیر کی سوڈا واٹر کی دکان ہے پر موجود تھا۔ تقسیم ملک کے بعد اس کے آثار مفقود ہو گئے یہ درجہ اس ولی کامل کا تھا جو ولایت کے درجے پر پہنچا ہوا تھا''۔
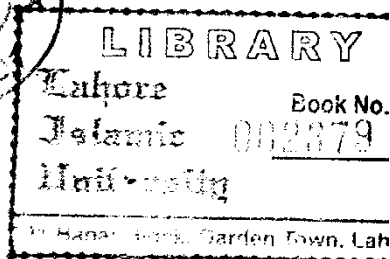
ماخذ ومراجع

(۱) الحیاۃ بعد المماۃ　　مولانا فضل حسین بہاری　　طبع دہلی ۱۹۰۸ء

(۲) خطبات مدراس علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) طبع اعظم گڑھ ۱۹۴۷ء

(۳) تراجم علمائے اہلحدیث ہند، مولوی ابویحییٰ امام خاں نوشہروی (م ۱۳۸۵ھ) طبع دہلی ۱۹۳۸ء

(۴) ہندوستان میں وہابی تحریک۔ ڈاکٹر قیام الدین۔ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۷۲ء

(۵) تاریخ ککے زئی المعروف ہدایت افغانی از مولوی ہدایت اللہ سوہدروی (م ۱۳۸۷ھ) طبع ۱۹۳۳ء

(۶) نزہتہ الخواطر جلد ہشتم از مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی (م ۱۳۴۱ھ) طبع کراچی ۱۹۷۸ء

(۷) اور انڈین مسلم از بلیوڈ بلیو ہنٹر

(۸) نیو ورلڈ آف اسلام از ڈاکٹر لوتھر

(۹) تصانیف مولانا حکیم عبدالمجید خادم سوہدروی (م ۱۳۷۹ھ)

(۱۰) تصانیف مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی سوہدروی

رسائل

(۱) اہلحدیث امرتسر　　شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ)

(۲) ترجمان دہلی　　مارچ ۱۹۶۸ء ایڈیٹر مولانا مجاز اعظمی

(۳) رسالہ ککے زئی سوہدرہ　　فروری ومئی ۱۹۲۵ء ایڈیٹر مولوی امام خاں نوشہروی

(۴) اسلامک کلچر　　دسمبر ۱۹۴۹ء

(۵) سوہدرہ گزٹ اول، دوم، سوم، چہارم مرتبہ حکیم راحت نسیم سوہدروی

(۶) پندرہ روزہ ضیائے حدیث سوہدرہ　　ایڈیٹر مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی سوہدرہ

وہ مسجد ملکاں اہل حدیث جہاں حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ توحید وسنت کے نعرے بلند کرتے رہے۔

حضرت حافظ محمد یوسف صاحب سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ
کی جائے رہائش کا بیرونی منظر

سوہدرہ کی جامع مسجد ملکاں اہل حدیث، جہاں حافظ عبدالوحید صاحب،
رمضان المبارک کی راتوں میں قرآن سناتے رہے۔